پیام رساں اُمت (دوسری قسط)

(حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی نوراللہ مرقدہٗ)

صحابہ کا نمونہ:

انہیں ہدایات کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام ؓ میں ہر شخص امت کی بعثت کا مُقِر اور اس سے پیدا شدہ تقاضوں کا داعی تھا، ان کا اسوہ اور کارنامے امت کی دعوتی حیثیت کا ایک نا قابلِ انکار و بیّن ثبوت ہیں۔ تاریخ وطبقات اور رجال کی کتابیں صحابہ کی اس دعوتی زندگی سے پر شور ہیں۔ ان میں ہر فرد امت کی بعثت کا اعتراف واعلان علیٰ روس الاشہاد کرتا تھا، جعفر ابن ابی طالب نے نجاشی کے دربار میں، نعمان ابن مقرن نے کج کلاہِ ایران یزدگر کے سامنے اور مغیرہ ابن شعبہ نے رستم کو مسلمانوں کے سفراء کی حیثیت سے امت کے منصبی مقام کے متعلق جو کچھ بیان کیا، وہ اس دعویٰ کی بین دلیل ہے۔ ربعی ابن عامر ؓ نے ایرانی سپہ سالار رستم کو اس بارے میں جو کہا تھا، آج بھی ہر مسلمان کے لئے منشورِ ہدایت ہے فرمایا:

"اللّٰہ ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادۃ العباد الیٰ عبادۃ اللّٰہ و من ضیق الدنیا الیٰ و سعتھا و من جور الا دیان الی عد ل الا سلام فارسلنا بدینہ الیٰ خلقہ لندعوھم الیہ" (البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر جلدسوم ص ۳۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہمیں مبعوث فرمایا ہے تاکہ جسے اللہ چاہے اسے ہم لوگوں کی بندگیوں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں اور دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی فراخی میں اور (باطل) مذاہب کے ظلم سے نکال کر اسلام کے عدل وانصاف میں داخل کریں، پس اس نے ہمیں اپنے دین (کے پیغام) کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ ہم انہیں اس کے دین کی طرف بلائیں۔

ہر صحابی داعی تھا:

یہی احساس تھا جس کی وجہ سے صحابہ ؓ کا ہر شخص ایمان لاتے ہی داعی بن جاتا تھا، ابن اثیر الجزری نے اسد الغابہ میں کئی صحابہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ وہ حضور پاک ﷺ کے پاس آئے، ایمان لائے، اور پھر اپنے قبیلہ کو دین کی دعوت دی۔ (ودعا قومہ الی الاسلام۔ اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۲۳، ۲۲۹)

ہیچمدان سمجھتا ہے کہ حضور ﷺ کی دعوت کا یہ خاصہ تھا کہ جو بھی آپ کے دستِ پاک پر اسلام سے مشرف ہوتا تھا، انسان ہو یا جن، ایمان کے نور کے ساتھ دعوت کا داعیہ و جذبہ اور اس کیلئے قربانی وایثار جدو جہد کا غلبہ اس کے رگ و پے میں سرایت کر جاتا تھا۔ صحابہ کرام ؓ کے کارنامے اس پر شاہد ہیں، مثال کے لئے ابتدائے اسلام میں صرف ابوبکر صدیق ؓ کے ایمان و دعوت اور جنات کے ایک گروہ کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جو ایمان لاتے ہی سراپا دعوت تھے۔

” فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انی رسول اللّٰہ ادعوک الیٰ اللّٰہ فلما فرغ من کلامہ اسلم ابو بکر فا نطلق عنہ رسول اللّٰہ صلی علیہ وسلم وما بین الا خشبین احد اکثر سرورا منہ باسلام ابی بکر ومضی ابوبکر فراح لعثمان بن عفان ، و طلحہ بن عبید اللّٰہ و الزبیر بن العوام و سعد بن ابی وقاص فاسلموا ثم جاء الغد بعثمان بن مظعون و ابی عبیدہ بن الجراح وعبد الرحمن بن عوف و ابی سلمہ بن عبد الا سد و الا رقم فاسلمو رضی اللّٰہ عنھم “ (البدیۃ والنہایۃ ابن کثیر جلد۳ ص ۲۹)

ترجمہ: رسول اللہ نے (ابوبکر ؓ کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے) فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور تجھے اللہ کی طرف بلاتا ہوں جب آپ کی بات ختم ہوئی حضرت ابوبکر ؓ اسلام لے آئے (ان کے اسلام لانے کے بعد) ابوبکر صدیق ؓ کے پاس سے رسول اللہ ﷺ چلے گئے اور مکہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان آپ سے زیادہ ابوبکر ؓ کے ایمان پر کوئی شخص خوش نہ تھا۔ ابوبکر ؓ بھی لوٹے اور عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام، سعد ابن ابی وقاص کے پاس گئے، (اور انہیں اسلام کی دعوت دی) اور وہ سب اسلام لے آئے، پھر دوسرے دن عثمان ابن مظعون، ابوعبیدہ بن الجراح، اور عبدالرحمٰن بن عوف، ابی سلمہ بن عبد الاسد اور الارقم بن الارقم کو لے کر آئے انہیں اسلام کی دعوت دی، اور سب اسلام لے آئے (رضی اللّٰہ عنھم)۔

ابن اسحاق اس بارے میں لکھتے ہیں ” فلما اسلما ابو بکر ؓ و اظھر اسلامہ دعا الیٰ اللّٰہ عزّ و جل “ (اسدالغابہ ج ۳ ص ۳۷۶) ترجمہ: (یعنی جب ابوبکر ؓ اسلام لائے اور اسلام کو ظاہر کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف (لوگوں کو) دعوت دی)

ابن اثیر نے لکھا ہے۔" فجعل یدعو الی الاسلام من یغشاہ و یجلس الیہ"

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۰۶)

ترجمہ: (یعنی جب ابوبکرؓ اسلام لائے تو) جو لوگ ان کے پاس آتے تھے اور بیٹھتے تھے، برابر انہیں اسلام کی دعوت دیتے تھے) چنانچہ اسی بنا پر آپ کے ہاتھ پر عشرہ مبشرہ کے پانچ افراد کے علاوہ ایک پوری جماعت اسلام سے مشرف ہوئی۔(اسلم علیٰ یدہ جماعۃ اسد الغابہ تذکرہ عثمان) اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کا مشغلہ ایمان لاتے ہی دعوت و تبلیغ بن گیا۔اسی طرح ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس جنات کا ایک گروہ آیا قرآن سنا اور ایمان لایا اور اپنی قوم کی طرف جب لوٹا تو وہ اسلام کا داعی تھا۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

" واذ صرفنا الیک نفر من لجن یستمعون القران ج فلما حضروہ قالوآ انصتوا ج فلما قضی ولو الیٰ قومھم منذرین ٥ قالوا یقومنا انا سمعنا کتبا انزل من بعد موسی مصدقالما بین یدیہ یھدی الی الحق و الیٰ طریق مستقیم ٥ یقومنا اجیبو داعی اللہ وامنو بہ یغفر لکم من ذنوبکم و یجر کم من عذاب الیم ٥ " (احقاف۔۲۹ تا ۳۱)

ترجمہ: ہم نے جب جنوں کی جماعت کے رخ کو اے پیغمبرؐ تیری طرف پھیر دیا کہ وہ قرآن سنیں تو جب وہ آئے تو انھوں نے ایک دوسرے سے کہا چپ رہو جب قرآن کریم ختم ہو گیا تو وہ اپنی قوم کے پاس گئے کہ انہیں خبردار کریں۔انہوں نے جا کر کہا بھائیو! ہم نے ایک شریعت کی کتاب کو سنا جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے،اس کے پہلے جو کتاب الٰہی آئی ہے اس کی تصدیق کرتی ہے اور سچائی اور سیدھی راہ بتاتی ہے۔اے بھائیو! خدا کے پکارنے والے کو قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ تاکہ وہ تمہارے گناہوں کو معاف کرے اور دردناک عذاب سے تم کو پناہ دے۔

بہرحال مقصود یہ ہے کہ صحابہ جن ہوں یا انسان، ایمان لاتے ہی دین کے داعی اور مبلغ بن جاتے تھے۔ وقت کی قلت مانع ہے ورنہ تفصیلاً بتایا جاتا کہ اسلام کے ان ابتدائی پیروکار داعیان حق و داعیان اسلام کی جماعت نے جن کے مجاہدات اور خون سے دین کا باغ برگ و بار لایا کس طرح اپنی جانوں پر سہہ کر آگ و خون، مصائب و آلام، شدائد و بلایا، فقر و فاقہ، ہجرت و نفر، کے زہرہ گداز مراحل میں سے

گزر کر ایمان و عمل صالح کا نمونہ اور دعوت و تبلیغ کا اسوہ پیش کیا تھا۔ایک بات واشگاف الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ جن صحابہ نے بھی حضرت محمد ﷺ کے دستِ مبارک پر ایمان کا عہد و پیمان باندھا، سابقین صحابہؓ میں سے وہ ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ وحیدرؓ ہوں یا صہیبؓ و بلال، عمارؓ و یاسرؓ یا بعد کے آنے والوں میں عکرمہؓ و حارثؓ، سہیلؓ و وحشیؓ ہوں سب کی زندگیوں کا خصوصی امتیاز بیعتِ ایمان سے لے کر لقائے رب تک ایمان و عمل صالح کی کوشش کے ساتھ دعوت و تبلیغ اقامتِ دین واعلاء کلمۃ اللہ کی مسلسل و پیہم جہد و محنت ہے۔صحابہ کی زندگی میں شخصی اعمال اور اجتماعی حقوق و فرائض کی ادائیگی اور داعیانہ کوششوں میں دوئی کہیں نظر نہیں آتی۔ایمان لاتے ہیں، ذاتی اصلاح و شخصی اعمال کی فکر و پابندی کے ساتھ دعوت کے لئے تن من دھن کی بازی لگادیتے ہیں اور موت کے وقت تک احیاء و فروغِ دین کے لئے کوششوں اور قربانیوں میں کمی نہیں ہوتی۔قرآن گواہی دیتا ہے:

" منهم من قضٰى نحبه و منهم من ينتظر و ما بدلوا تبديلا "(احزاب۔۲۳)

ترجمہ: (پس بعض ان میں سے وہ ہیں جنھوں نے پورا کردیا اپنا عہد (یعنی جہاد میں جان دے دی) اور بعض وہ ہیں کہ انتظار کررہے ہیں اور انہوں نے نہیں بدل ڈالا کچھ بدل ڈالنا (یعنی اپنے عہد وفا کو نہیں بدلا)

بلکہ ان کی غیرتِ ایمانی اور اشاعت و بقائے حق کا والہانہ جذبہ دین میں ادنیٰ کوتاہی کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔اگر کبھی ایسا واقعہ پیش آجاتا تو بیقرار ہوجاتے۔سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا مشہور فقرہ " اینقص الدين وانا حي "(دین میں نقص آجائے اور میں زندہ رہوں، یہ کیسے ممکن ہے) اور حضرت انسؓ بن النضر کا قول " قوموا ! فموتوا علىٰ مامات به النبي صلى الله عليه وسلم "(اُٹھو اور دو جان اس چیز پر جس پر جان دی حضور ﷺ نے) (زادالمعاد ابن قیم ج ۲ ص ۹۳) اسی ذہنیت کی عکاسی کرتا ہیں۔

صحابہؓ کا کوئی طبقہ ہمیں معلوم نہیں جو اپنے علم و استعداد کے بقدر دین کا حامل اور داعی نہ ہو۔صحابہؓ کا یہی داعیانہ مزاج اور دین کی اشاعت کے لئے والہانہ و سرفروشانہ جذبہ تھا جس کی وجہ سے اسلام تیس سال کے قلیل عرصے میں عالم کی سب سے بڑی روحانی و سیاسی طاقت بن گیا۔علامہ ابن کثیر نے تفسیر میں ایک موقع پر کیا خوب لکھا ہے:

’’و قد کان للصحابة رضی اللّٰہ عنہم فی باب الشجاعة والائتمار بماامرھم اللّٰہ ورسولہ بہ وامتثال ما ارشدھم الیہ مالم یکن لا حد من الامم والقرون قبلھم ولا یکون لا حد من بعدھم فانھم ببرکة الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم و طاعتہٖ بما امرھم فتحو ا القلوب والا قالیم شرقاو غربا فی المدة الیسیرة مع قلة عددھم بالنسبة الیٰ جیوش سائر الاقالیم من الروم والفرس والترک و الصقالیة و البربرو الحبو ش و اصناف السودان و قبط و طوائف بنی ادم ، قھر والجمیع حتی غلبت کلمة اللّٰہ و ظھر دینہ علیٰ سائر الادیان وامتدت الممالک لا سلا میة فی مشارق الارض و مغاربھا فی اقل من ثلا ثین سنة فرضی اللّٰہ عنھم و ارضاھم اجمعین‘‘

(تفسیر ابن کثیر جلد۲ ص۳۱۶)

ترجمہ: صحابہ کرامؓ کا بہادری وشجاعت اور اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فرمانبرداری اوران کی ہدایات وپیروی وتعمیل میں وہ انچا مقام اور درجہ ہے جس تک امم سابقہ اور قرونِ ماضیہ میں کسی کی رسائی نہ ہوسکی تھی اور نہ اس بلندی پر ان کے بعد کوئی پہنچ سکا۔ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی برکت اور آپ کے احکام کی تابعداری کی وجہ سے تھوڑی سی مدت میں مشرق سے مغرب تک قلوب وممالک کو فتح کیا اور اسی قلت مقدار کے باوجود جو روم، فارس، ترک، صقالیہ، بربر، حبش قبائل، سوڈان وقبط اور دوسرے انسانی طبقات وممالک کی فوجوں کے مقابل میں تھی، انہوں نے سب کو مغلوب کرلیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہوگیا اور اس کا دین تمام ادیان پر غالب آگیا اور ممالک اسلامیہ تیس سال سے بھی کم مدت میں روئے زمین کے مشرق ومغرب میں پھیل گئے۔ رضی اللہ عنہم وارضاہم اجمعین۔

صحابہ کرامؓ نے اقامتِ دین، اشاعتِ اسلام تبلیغ و جہاد کے فرائض کو کمال، انہماک، انتہائی خلوص، پورے فکر کامل مستعدی اور بے جگری سے ادا کر کے خیر الامم کی آئندہ نسلوں کے لئے نمونہ قائم کردیا کہ یہ شاہد علی الناس، آخر الامم خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی نیابت میں تا قیامِ قیامت ہدایت خلق، تعلیم کتاب وحکمت، تربیت نفوس، تزکیہ قلوب، اجرائے احکام الٰہی، نفاذ شریعت کے پیمبرانہ فرائض اس کی روشنی میں ادا کرسکے تاکہ عالم میں عدل وانصاف کی خدائی میزان قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر

پوری ہواور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت عمومی کا مقصد پورا ہو۔ راشاد باری ہے۔

”و کذلک جعلنا کم امة و سطا لتکونو ا شھدآء علی الناس و یکون الرسول علیکم شھیداً “ (البقرہ۔ ۱۴۳)

ترجمہ: اورتم کوایسی جماعت بنادیا جو ہر پہلو سے نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو، اوررسول اللہ ﷺ تم پرگواہی دینے والے ہوں۔

گویا یہ ملت عادلہ اس عالم میں اقوامِ عالم کواعتدال وانصاف کے الٰہی اصولوں پر چلانے کی اورعدل کے ربانی میزان کو برابر رکھنے کی ذمہ دارٹھہرائی گئی ہے۔ عالمِ آخرت میں بھی اس کی عادلانہ گواہی امِم سابقہ پر میزان عمل کے وقت فیصلہ کن ثابت ہوگی، کہ یہ خیرالامم، دارین میں مرادالٰہی کے شیوع واجراء اوردین ربانی کے پھیلنے کا ذریعہ ہواور عالمِ معاد میں خدائی انصاف کی تکمیل پراس کی زبانِ عدل آخری مہر ثبت کرے۔ اسی مضمون کوسورۂ حج کے آخرمیں مزید تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

”و جاھدو فی اللّٰہ حق جھادہ ھو اجتبکم وماجعل علیکم فی الدین من حرج ط ملة ابیکم ابراھیم ط ھو سمّٰکم المسلمین من قبل و فی ھذا لیکون الرسول شھید علیکم و تکونوا شھداء علی الناس “ (حج ۔۷۸)

ترجمہ: (اوراللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کروجیسا کوشش کرنے کا حق ہے اس نے تم کو (اورامتوں سے) ممتاز فرمایا۔ اوراس نے تم پر دین (کے احکام) میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی تم اپنے باپ ابراہیم کی (اس) ملت پر ہمیشہ قائم رہو۔ اس نے تمہارانام مسلمان رکھا ہے (نزول قرآن سے) پہلے بھی اور(اس قرآن) میں بھی تاکہ تم پر رسول اللہ ﷺ گواہ ہوں اورتم لوگوں کے اوپر گواہ ہو۔

(جاری ہے)

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاءاللہ ۲۸ مئی بروز ہفتہ خانقاہ میں منعقد ہوگا۔ بیان مغرب کے بعد ہوگا۔

بیان (۱۹ اکتوبر ۱۹۹۷ء) (آخری قسط)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

تو یہ ترجیہات سیکھنی ہوتی ہیں، ترجیہات کا سیکھنا ہی تو اصل دین ہے۔ اور ہمارے تصوف کے سلاسل میں فہمِ دین ہے۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے سے فہمِ دین نصیب فرماتا ہے۔ **مَنْ عَمِلَ بِما عَلِمَ ورثه اللّٰه عِلمَ مَا لَم يَعلَم** (یعنی) آدمی نے اس علم پر عمل کیا جو وہ جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ علم سکھاتا ہے جو وہ نہیں جانتا ہے۔ سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ جب پشاور آئے ہیں تو یہاں بڑے بڑے حیثیت والے علماء تھے۔ پشاور بہت قدیمی زمانے کا شہر ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے سے آباد شہر ہے۔ اس کے غالباً تین ساڑھے تین ہزار سال ہوگئے ہیں۔ ان علماء نے سید صاحب سے کہا کہ ہم مناظرہ کریں گے، کسی حلال حرام کے مسئلے پر۔ انھوں نے شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ سے مناظرہ کیا۔

شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ کا اتنا بلند پایا علم ہے اور اتنی بلند علمی حیثیت ہے کہ ان کی کتابیں تقویت الایمان، صراطِ مستقیم، منصبِ امامت، عبقات، جن لوگوں نے پڑھی ہیں ان کو اندازہ ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کو علماء نے الجھا دیا۔ سید احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ عالم نہیں تھے، ان سے عرض کیا تو انھوں نے کہا ہمارے پاس بلائیں۔ انھوں نے اپنی سادہ دیہاتی کھیل کود کی باتیں اور ہل بیل کی دو چار مثالیں بیان کر کے اور انہی مثالوں سے مسئلے کا استنباط کر کے جو ان کے سامنے رکھا تو علماء لاجواب ہوگئے۔ تو انھوں نے کہا کہ واقعی یہ وہ علم لدنی اور باطنی علم اور فہم ہے جو اللہ نے ان کو اپنے تعلق کی وجہ سے دیا ہے۔ جب آدمی تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ عمل کا فہم نصیب فرماتا ہے جس کو ضمیر یا دل روشن ہونا کہتے ہیں۔

حضرت عبدالعزیز دباغ رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کتاب 'ابریز' میں عبداللہ سماسی صاحب نے لکھے ہیں۔ کہتے ہیں مرید تو میں اس واقعہ پر ہوا کہ میں ایک جگہ تقریر کر رہا تھا۔ تقریر کے دوران میں نے ایک عربی عبارت پڑھی میں نے کہا یہ حدیث ہے۔ بعد میں ایک سادہ سا آدمی اٹھا اور کہا کہ آپ کی تقریر ہوئی ماشاء اللہ! آپ نے فلاں بات جو کہی کہ یہ حدیث ہے تو وہ حدیث نہیں ہے۔ میں نے کہا حدیث ہی ہے۔ انھوں نے کہا نہیں وہ حدیث نہیں ہے۔ خیر میں چلا آیا اور اپنے حدیث کے مجموعے اور ساری کتابیں دیکھیں اور تحقیقات کرتا رہا۔ کئی دن لگے اور اتنے دنوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ حدیث نہیں ہے۔ تو مولوی جب اپنے سے اوپر مولوی کو دیکھتا ہے تو متاثر ہوتا ہے۔ کہتے ہیں میں نے سوچا کہ ان مولوی صاحب کو ڈھونڈنا چاہئے کہ کون تھے۔ خیر انھیں ڈھونڈا

اور پوچھا کہ آپ کیسے کہہ رہے تھے کہ وہ حدیث نہیں ہے، آپ نے کہاں سے مطالعہ کیا ہوا تھا یا آپ کی کیا معلومات تھیں؟ انھوں نے فرمایا برخوردار وہ معلومات نہیں تھیں بلکہ جب انسان آیت پڑھتا ہے تو منہ سے ایک قسم کا نور نکلتا ہے جس سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آیت ہے، حدیث پڑھتا ہے تو دوسری قسم کا نور نکلتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث ہے، جب یہ دونوں نور نہ ہوں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ نہ یہ آیت ہے اور نہ ہی حدیث ہے۔ تو جب آپ نے یہ عبارت پڑھی تو اس سے نور حدیث کا نہیں نکل رہا تھا تو اس بنیاد پر میں نے کہا تھا۔ کہتے ہیں کہ بڑی حیرت ہوئی اور میں ان کے پیچھے پڑ گیا کہ میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں پر وہ انکار کرتے رہے۔ بڑی منت سماجت کی، بالآخر جب انھوں نے دیکھا کی طلب اس کی صادق ہے اور یہ اپنے علمی زعم اور کبر میں نہیں ہے تو بیعت کیا۔ کہتے ہیں کہ وہ فقہی مسائل جن میں بڑی بڑی مشکلات پیش آتی تھیں اور وہ آیتیں جن کی تشریح و تفسیر اور وہ حدیثیں جن کی تشریح و تفسیر ہم مدارس میں نہ سیکھ سکے تھے اور ابھی تک ان میں الجھے ہوئے تھے جب ان سے پوچھتا تو سادہ دو باتوں میں جواب دے دیتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ جب میں تحقیقات کرتا تھا تو پھر پتا چلتا تھا کہ گہرا حنفی مسلک وہ ہوتا تھا جو انھوں نے بیان کیا ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ پھر ہمیں اندازہ ہو کہ انھیں فہمِ دین ہے، ہمارے پاس علمِ دین ہے جبکہ ان کو اللہ نے فہمِ دین نصیب فرمایا ہوا ہے، بوجہ تقویٰ و پرہیزگاری کے اور بوجہ تعلق مع اللہ کے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خود حفاظت فرماتا ہے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑی شخصیت گزرے ہیں۔ ایک دفعہ ان کے ایک مرید نے ان کو ولیمے پر بلایا۔ جس قصاب سے انھوں نے گوشت خریدنا تھا وہ غیر محتاط تھا۔ بعض اوقات ان سے جانور مر جاتا ہے تو چونکہ انھوں نے ہزاروں روپے کا خریدا ہوتا ہے اس لئے اس کے مردار ہونے سے ان کا بڑا نقصان ہو رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے ہی مرے جانور پر چھریاں پھیرتے ہیں اور حلال کا اعلان کرتے رہتے ہیں۔ تو یہ قصاب انھی دنوں میں گرفتار ہوا اور اس پر مقدمہ بنا۔ اس طرح اللہ نے ان بزرگوں کی وجہ سے اس گوشت کی خریداری سے بچایا۔ اس طرح سے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

اپنے آپ کو کسی کے حوالے کرنے کا ذکر ہو رہا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو کسی کے حوالے کیا ہے۔ ہمیں تو یہی بات سمجھ آئی تھی اور اسی بات کو سکھایا گیا تھا کہ اپنے آپ کو کسی کے حوالے کرنا ہے اور ہمیں اس بات کی تسلی تھی کہ جس کے حوالے کیا ہے وہ اپنے دین کو بھی بچائے گا اور ہمارے بھی دین اور آخرت کو بچانے کی فکر کرے گا۔ اس لئے کہتے ہیں کہ حضرات مشائخ جس بات کو بتا رہے ہوں اس بات میں آدمی کی حفاظت ہوتی ہے خواہ اس وقت آدمی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ ایک تو تجربہ ہوتا ہے جو لوگوں کی رہنمائی کرتے

کرتے حاصل ہوتا ہے، اُس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کیسے اس آدمی کی دنیا آخرت محفوظ ہوگی۔آدمی اتنی نفل عبادت میں لگ جائے کہ پاگل ہی ہو جائے یا صحت ہی کھو بیٹھے،شادی شدہ آدمی ہواور بیوی کے حقوق ہی نہیں پورے کرسکتا۔اب وہ بدکاری کی طرف مائل ہوکرادھراُدھر پھررہی ہے۔تواس نفل عبادت کا کیا نتیجہ ہوا؟

ایک صحابی کی شادی ہوئی۔کچھ عرصے بعدان کے باپ نے بہو سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے کیا حال احوال ہیں؟بہو نے کہا کہ ماشاءاللہ آپ کا بیٹا تو بہت مبارک ہے،سارادن روزہ رکھتا ہےاور ساری رات عبادت کرتا ہے۔والدصاحب بڑے خوش ہوئے کہ ماشاءاللہ بہوتو بڑی تعریف کررہی ہے۔بالآخراس بیوی نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوشکایت کی۔مطلب اس کا یہ تھا کہ سارادن روزہ رکھتا ہےاور ساری رات عبادت کرتا ہےلیکن میرے حقوق تونہیں پورے کررہا۔اُس نفل نیکی میں تو لگا ہوا ہےلیکن یہ واجب نیکی نہیں پوری کررہا جو اس کے ذمّے لگی ہے۔لہٰذا ہوگا کیا کہ بدکاری کا دروازہ کھلے گا۔اوراس کےنفل اور مستحب کے نتیجے میں یہاں ایک معصیت اورکبیرہ گناہ کھڑا ہوگا تواس کا کون ذمہ دار ہوگا؟تو حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو بلایااور فرمایا کہ آپ کےنفس کا بھی آپ پرحق ہے،آپ کی آنکھ کا بھی آپ پرحق ہےاورآپ کی بیوی کا بھی آپ پرحق ہے۔اور فرمایا کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اورکھاتا بھی ہوں،سوتا بھی ہوں اور جاگتا بھی ہوں۔

اسی لئے کہتے ہیں کہ انبیاء علیہ صلوٰۃ والسّلام بہت آسان راستے پر چلایا کرتے ہیں۔مثلاً جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں سنت پڑھنا ثابت ہی نہیں ہے۔افغانستان میں جب چلّے کے لئے ہمیں بھیجا ہواتھاتو لوگ ہمارے ساتھ اس بات پر بڑی لڑائیاں کرتے تھے۔ایک دوجگہ الجھنے کے بعد ہمیں اندازہ ہوا کہ اب اگر ہم یہاں سنت نہیں پڑھیں گے تو لوگ ہماری بات ہی نہیں سنیں گے۔خودان کا یہ حال ہے کہ رستے میں ظہر کے لئے جب گاڑی کھڑی کرتے ہیں تو قصر کا بھی رواج نہیں ہے پورے دس رکعت پڑھتے ہیں۔اتنی علمی کمزوری ہے افغانستان میں کہ لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ سفر میں فرض نماز دورکعت پڑھنی ہےاور قصر لازمی کرنی ہے۔تو دس رکعت پڑھیں گےلیکن ایسےٹکا ٹک پڑھیں گے کہ رکوع سے اٹھیں گے بھی نہیں،وہیں سے سجدہ اور ایک سجدے سے ہاتھ اُٹھائے نہیں ہوں گے زمین سے کہ دوسرا سجدہ۔ایسے ڈزاڈز جیسے کہ نسوارکوٹنے والی مشین چل رہی ہو۔سب جیسے تیسے دس رکعات پڑھ لیں گے۔دیکھنے والے کو اندازہ ہوگا کہ ان میں سے ایک رکعت بھی قبول ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔جو اہلِ علم ہوتے انھیں میں سمجھاتا کہ بتاؤ اگر دس رکعات نسوارکوٹنے والی مشین کی طرح نہ پڑھتے اوردورکعات فرض اطمینان سے پڑھ لیتے تو کیاوہ بہتر نہیں تھا؟تو جو سمجھدار ہوتا وہ سمجھ جاتا تھااور دوسرے کہتے کہ"سوك وهابی به ای چے ده سنتو مخالف دے (یعنی کوئی وہابی ہے جو سنتوں کا مخالف ہے)ایک جگہ

میں نے دو رکعت نماز پڑھائی تو ایک شخص جو کہ عالم بھی نظر آتا تھا اتنا ناراض ہوا اور ماتھے پر بارہ بجے ہوئے۔ کہنے لگا آپ نے سنّت نہیں پڑھے ہیں۔ میں نے کہا جب آپ چار رکعت فرض پڑھ رہے تھے تو سنت میں نے پڑھے تھے۔ میں نے بھی دو رکعت سنّت یہ سوچ کر اور پڑھے تھے کہ ایسے بھی جب سب لوگ نماز سے فارغ ہوں گے تبھی گاڑی چلے گی۔ تو وہ بڑا خوش ہوا۔ مجھے اس علمی انحطاط پر بڑی حیرت ہوئی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے سفر میں سنت پڑھنا ثابت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ایک ایسی راہ اختیار کرتے تھے جو کہ ساری امّت کے لئے آسانی کے ساتھ قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لئے آسان ہو اور اُمت مشکل میں نہ پڑے۔ نیز آپ ﷺ کا سنتیں نہ پڑھنا مسئلہ بیان کرنے کے لئے تھا جس کی وجہ سے شریعت بیان کرنے کا تبلیغی فریضہ ادا کرنے کا آپ ﷺ کو ثواب مل رہا تھا۔ ہم لوگ سفر میں اگر آسانی ہو تو پھر سنّتیں کیوں پڑھتے ہیں؟ یہ مسئلہ کہاں سے نکالتے ہیں؟ وہ ایک حدیث ہے کہ کچھ لوگ سفر کر رہے ہوں اور سفر کے بعد تھک تھکا کر لیٹ جائیں اور ان میں سے ایک آدمی وضو کر کے اللہ کے حضور کھڑا ہو جائے تو یہ اللہ کو بہت پسند ہے۔ تو اس سے حنفی علماء استنباط کرتے ہیں کہ جب اس تھکاوٹ کی حالت میں نفلوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے تو سنتوں کی فضیلت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگئی۔ لہٰذا اگر آسانی ہو دوسروں کے سفر میں حرج نہ ہو رہا ہو تو سنتیں پڑھ لینی چاہئیں۔ ایک تو عام بس ہے جس میں لوگوں کو تکلیف ہو رہی ہے وہاں تو جلدی وضو کریں دو رکعات پڑھ کر جا کے بیٹھیں۔ اپنی گاڑی ہو، وقت تنگ نہ ہو تو آدمی کا اپنا اختیار ہوتا ہے۔

دین کو ایسی شکل میں پیش کریں جو عملی ہو اور انسانوں کو پتہ چلے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس پر عمل کرتے ہوئے ہمیں تکلیف نہیں ہوگی یا یہ ہمارے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس لئے فتویٰ دیتے ہوئے مفتی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ آخری گنجائش دے تا کہ عمل کرنے والوں کو کوئی تنگی نہ آئے۔ **وما جعل علیکم فی الدینِ من حَرَج** ط اللہ نے دین میں تمہارے لئے تنگی نہیں رکھی ہے۔ اس سے مفتی کو ہدایت ہوتی ہے کہ وہ آدمی کو جو وسعت و آسانی اور گنجائش ہو سکتی ہے وہ پوری دے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی ایسا آدمی ہو جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک دوسرے صحابی کا نام لیا کہ ان دونوں کے فتووں کے درمیان کا کوئی راستہ نکال کر دکھائے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سخت مسئلہ بیان کرتے ہیں اور دوسرے صحابی بہت نرم بیان کرتے ہیں۔ تا کہ ایسا ہو کہ حدودِ شریعت بھی نہ ٹوٹیں اور لوگوں کو آسانی بھی ملے۔ تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسی ترتیب سے چلتے ہیں جو بہت آسان ہو اور سب کے لئے ہو۔ جس طرح بعد کے بزرگوں کے دو دو مہینے بغیر کھائے پیئے

رہنے کے واقعات ہیں جیسا کہ حضرت شیخ مولانا زکریا رحمتہ اللہ علیہ نے فضائل صدقات میں بھی لکھے ہوئے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا ہوا۔ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا ہوا۔ قضاءِ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد بعض اوقات وضو بھی نہیں کیا ہوا اور اس کے بغیر ہی لیٹنا کیا ہوا ہے۔ ایک عملی ترتیب ہو اور امت کے لئے ساری آسانیاں ہوں تاکہ کوئی آدمی حرج میں اور تکلیف میں نہ پھنسے اور دین کو اتنا سخت نہ کر دیا جائے کہ انسانوں کیلئے عمل کرنا ہی ممکن نہ ہو۔ تو مشائخ کے ذمّہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا دین بھی بچائیں اور جو آدمی ان کے ساتھ چل رہا ہے اس کے دنیا و آخرت کے مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا دین بچا کر اس کو چلائیں۔ کیونکہ شیطان بعض اوقات ایسے عمل پر آدمی کو ڈال دیتا ہے کہ اس سے بڑے بڑے مہلکات کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اس سے کسی مستحب نیکی کے لئے اتنی مشقت کراؤ کہ اس سے اس کو صحت کا ایسا نقصان ہو جائے کہ اُس سے اس کے فرائض متاثر ہو جائیں، اہلیہ کے اور بال بچوں کے حقوق ادا کرنے کے قابل ہی نہ رہے تو ظاہر ہے ہلاکت کا دروازہ کھل ہی گیا۔ تو آدمی تو سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں نے تو نیکی کر لی لیکن اس سے اس کے لئے ہلاکت کا دروازہ کھل جاتا ہے اور شیطان کا منصوبہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ آدمی غیر محقق کی بات مان کر عمل کرے تو نتیجے میں ہلاکت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب ہیں، کچھ دن انھوں نے الا الٰہ الا اللہ کا جہری ذکر کیا تو ان کو کشف شروع ہو گیا۔ کسی نے ان کے حالات بتائے تو میں نے کہا کہ جب خود آئیں تو بیان کریں گے تو ان کے بارے میں کچھ سوچیں گے۔ انھوں نے جو آ کر حالات بیان کیئے تو مجھے اندازہ ہوا کہ اگر دس پندرہ دن اور جہری ذکر کیا تو آدمی psychiatric یعنی دماغی مریض ہونے والا ہے۔ پھر دماغی ہسپتال میں داخل ہوگا۔ لہٰذا میں نے کہا کہ برخوردار آپ جہری ذکر بند کر دیں۔ جہری ذکر میں چونکہ مزہ بھی آتا ہے تو ڈاکٹر صاحب سوچنے لگا کہ ہمارا ذکر کیوں بند کر رہا ہے۔ خیر جب ذکر بند کیا تو وہ چیز زائل ہو گئی۔ انھوں نے بتایا کہ میں بیٹھا ہوتا ہوں کہ مجھے message یعنی پیغام آ جاتا ہے۔ میں نے کہا اس صورتحال کو دماغی امراض والے broadcasting کہتے ہیں۔ ایسے مریض سے جب ہسٹری لیتے ہیں تو براڈ کاسٹنگ کو positive لکھتے ہیں۔ یعنی اس نے پیغام کو transmit اور receive کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس سے اگلا درجہ مکمل تکلیف میں مبتلا ہونے کا ہوتا ہے۔ خیر وہ مان گئے۔ ابھی تک ان کو جہری ذکر نہیں شروع کرنے دیا ہے۔ ہمارے حضرات کہتے ہیں کہ

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ذرا سا سر جھکائیں اور ضرب لگائیں تو باطن کا دروازہ کھلنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اگر کشف کا دروازہ کھل رہا ہو تو آدمی کو assess کرنا ہوتا ہے کہ آیا اس کا پاگل پن کا دروازہ تو نہیں کھلنے والا کیونکہ یہ ہمارے ذمّے ہوتا ہے کہ اس کو ایسے چلایا جائے کہ اس کے دنیا و آخرت کے مفادات ضائع نہ ہوں اور آدمی اس طریقے سے چلے کہ اللہ کرے کہ اپنی جان، صحت، عمر اور وسائل سے دنیا و آخرت کا بہتر سے بہتر فائدہ حاصل کر کے رخصت ہو۔ تو یہ ایک دن کی بات نہیں ہے اور محض ذکر سے دل کا اُچھل جانا اور رونے کی کیفیت طاری ہو جانا نہیں ہے۔ بلکہ اصل تصوف تو فہم ہے جس کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ دین پر عمل کرنے کی ایسی ترتیب نصیب فرماتے ہیں کہ آدمی اپنی صحت، جان، علم اور وسائل سب چیزوں سے دنیا میں ایسا استعمال ہو جائے کہ یہاں سے آخرت کا بہتر سے بہتر فائدہ لے کر جائے۔ ایسا نہ ہو کہ 'کھودا پہاڑ نکلا چوہا' ۔ آدمی محنت مشقت تو بہت زیادہ کرے، اپنے آپ کو تھکائے لیکن آخرت کے لحاظ سے کچھ حاصل کر کے نہ جا رہا ہو۔ مزدور کی تو سارا دن پتھروں کو توڑ توڑ کر شامت ہو جاتی ہے لیکن رات کو ساٹھ روپے (اس وقت مزدور کی دھیاڑی ساٹھ روپے تھی) گھر لے کر جاتا ہے جبکہ ٹھیکیدار آدھے گھنٹے کے لئے آتا ہے، دس باتیں سنتا ہے دس باتیں بتاتا ہے اور شام کو دس ہزار روپے جیب میں ڈالتا ہے کیونکہ وہ بہترین planning اور بہترین منصوبہ بندی کو لئے ہوئے ہے۔ مزدور تو جان کاڑھ کر، پسینہ نکال کر ساٹھ روپے لے کر جاتا ہے جبکہ ٹھیکیدار دس باتیں کر کے آدھے گھنٹے میں دس ہزار لے کر جاتا ہے کیونکہ اس نے اپنے علم وسائل سوچ سمجھ سب کو ایک منصوبہ بندی کی ترتیب پر استعمال کیا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صحیح ترتیب سے کوشش کر کے دنیا و آخرت کی بہترین کامیابیاں لے کر چلے گئے۔ بعد کے لوگوں نے دنیا بھی اتنی نہیں کمائی جتنی صحابہ کرام نے حاصل کی۔ ان کے مال و دولت کے، زمینوں جائیدادوں کے حساب اور اولادوں کے حساب آدمی کتابوں میں پڑھے تو اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا سے بھی جتنے مزے صحابہ اٹھا کر گئے ہیں اتنا مزہ آپ اور ہم دنیا دار نہیں حاصل کر سکے۔ لوگوں کا تو مال کما کما کر اور اس کے لئے پریشان ہو ہو کر یہ حال ہوتا ہے کہ بعض مریض آکر کہتا ہے کہ منہ کڑوا ہے، کھانے کے ذائقے کا پتہ نہیں چلتا تو یہ ڈپریشن اور Anxiety کی علامات ہیں کہ آدمی اتنا پریشان ہے اور اس نے کوئی ایسی anxiety اندر لی ہوئی ہے کہ اس نے اس کو دبا لیا ہے۔ کسی آنے والی پریشانی کو محسوس کر رہا ہے یا کسی چلتی ہوئی پریشانی کو محسوس کر رہا ہے کہ خوب پلاؤ مرغے پکے ہوئے ہیں لیکن اس کو ذائقے کا پتہ نہیں چل

رہا کیونکہ وہ تو اللہ کا فیصلہ ہے کہ دنیا داروں کو وسائلِ دنیا دیئے جائیں گے لیکن ان کے نتائج نہیں دیئے جائیں گے۔ دنیا کے وسائل تو ان کے پاس آ گئے اس کے نتائج نہیں آئیں گے ان کے پاس۔ بہترین کھانے تو ان کے پاس ہونگے لیکن ان کھانوں سے زبان لطف اٹھائے یہ نہیں ہوگا۔ بہترین بسترے اور محل تو ان کے پاس ہونگے لیکن سکون محسوس ہو اور آرام کی نیند آئے یہ نہیں ہوگا۔

ایک آیت میں کہا کہ دنیا کی یہ چیزیں ہم کفار کو دیں گے **لنعذبھم فی الحیوٰۃ الدنیا** کہ وسائل اس لئے دیئے ہوں گے کہ ان کو عذاب دیا جائے۔ مال و دولت، اولاد، عہدے کرسیاں، زمینیں جائیدادیں ساری چیزیں تو ہیں لیکن ہیں عذاب کے طور پر۔ خان صاحب تو رات کو جوار کی روٹی کھا رہے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے پرہیز مقرر کی ہوئی ہے اور جن خوار مولویوں سے ختم پڑھوایا ہے ان کو مرغے مل رہے ہیں اور کھا رہے ہیں اور چونکہ اس مرغے پر نہ تو میرے پیسے لگے ہیں کہ مجھے پریشانی ہوئی نہ پکاتے ہوئے مجھے کوئی غم ہوا کہ پتہ نہیں مہمانوں کو اچھا لگے گا کہ نہیں۔ خوب آرام سے relax ہو کر کھا رہے ہیں اور ڈکار مار رہے ہیں۔ ایک آدمی کہ رہا تھا کہ مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے جب یہ مولوی صاحبان ڈکاریں مارتے ہیں۔ میں نے کہا تمہارا معدہ صحیح ہضم ہی نہیں کرتا کہ تم بھی ڈکاریں مارو۔

ہمارے ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ اگر تقویٰ سیکھ لو گے تو "اللّٰہ تبارك و تعالیٰ به بغیر لو گی بغیر پھو کی روزی در کئی" نہ دھواں لگے گا نہ آگ جلانے کے لئے پھونکیں مارنی پڑیں گی اور اللہ تعالیٰ روزی دے گا۔ واقعی ان بزرگ کے حال کو میں دیکھتا تھا، جب بھی ان کے دسترخوان پر جائیں تو دنیا جہان کی چیزیں ہوتی تھیں۔ شہر کے تاجر ملنے کے لئے جاتے تو یہ ان کی بڑی ڈانٹ ڈپٹ کیا کرتے تھے۔ ایک تاجر بڑا مذاقی تھا ان کو لالہ کہا کرتا تھا۔ ایک دن کہنے لگا کہ لالہ کی اکیلی جان لیکن سیر بھر بھنا ہوا گوشت کھاتا ہے۔ میری طرح دکان پر بیٹھ کر اس کو کمانا پڑتا تو پتہ چلتا۔ ان کی زندگی میں تو ان کے حالات نہیں سنائے تھے۔ آخری دنوں میں حالات سنائے کہ آج سے چالیس سال پہلے اس آدمی کی دو دکانیں تھیں، ان کو بیچ کر سارا پیسہ لے کر رائیونڈ گئے تھے، زندگی بھی وقف کی تھی اور پیسے بھی دئے تھے۔ اس وقت اس نے اللہ کو پیسہ ادھار دیا تھا "**اقرض اللّٰہ قرضاً حسناً**" تو اب اس کا نفع کھا رہا ہے۔ آجکل تو لوگ سود کو نفع کہتے ہیں، یا profit اور mark-up کہتے ہیں۔ تو خیر اتنا قرضہ دیا ہے کہ اب اسکا fixed deposit چل رہا ہے اور وہ کھا رہا ہے اور بے غم ہے۔ بغیر لو گئے بغیر پھو کئے خدائے ور کئی۔

ہمارے ایک ساتھی بار بار دعا کرانے کے لئے آیا کرتے تھے۔ بڑی حیثیت کے آدمی تھے۔ بڑے مقدمات میں پھنسے ہوئے تھے اور بڑی مالی مشکلات تھیں۔ مولانا صاحب اس وقت زندہ تھے۔ ہماری ان کے لئے دعائیں کرا کرا کر شامت ہوگئی لیکن ان کی پریشانی دور نہ ہوئی۔ ایک دن ذہن میں بات آئی کہ ان سے پوچھوں کہ کہیں انھوں نے سودی قرضہ تو نہیں لیا ہوا۔ پوچھا تو کہنے لگے ”ڈاکٹر صاحب یہ جو آج کل کاروبار کے لئے پیسے دیئے جاتے ہیں اس کو سود تو نہیں کہتے۔ وہ تو پرانے زمانے میں فاقے میں مبتلا غریب آدمی کو جو دئے جاتے تھے اس کو سود کہتے ہیں۔ یہ تو کاروبار میں جو آدمی کما رہا ہے اس میں سے دیتا ہے“۔ مجھے بڑا افسوس ہوا۔ پوچھا یہ کہاں سے پڑھا ہے کہا ڈپٹی نذیر احمد کی تفسیر پڑھی ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد ایک جج تھا اور عربی مدرسے کا طالبِ علم رہا ہوا تھا۔ چونکہ ذہین تھا اس لئے عربی کا تو ماہر ہوگیا تھا لیکن باقی حدیث، فقہ، تفسیر کسی ماہر عالم سے پڑھے نہیں تھے۔ مقدمات کے فیصلے کرتے کرتے صرف اپنی عربی کے زور پر اس نے تفسیر لکھ ماری اور اس میں یہ سود والی بات بھی لکھی تھی۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ اتنے مقبول حضرات کی دعائیں اس آدمی کے لئے کیوں قبول نہیں ہو رہیں کیونکہ اس کا عقیدہ ہی غلط ہے۔ یہ تو سود کو جائز سمجھتا ہے اور یہ عقیدۂ کفر ہے۔ اب یہ آدمی نماز بھی پڑھتا ہے، ذکر بھی کرتا ہے، بزرگوں کے پاس بھی آتا ہے، حج بھی کرتا ہے لیکن عقیدہ کفر کا ہے تو یہ ”ھندو سڑے خدائے ناراض“ والی بات ہوگئی یعنی ہندو تو اپنی عبادت کر کر کے تھک گیا اور خدا ناراض کا ناراض ہی رہا۔ دسمبر کے مہینے میں ہندو پنڈت صبح اُٹھ کر ٹھنڈے پانی میں جا کر بیٹھتا ہے اور اپنے اوپر گڑوی سے پانی ڈالتا ہے۔ اسے اشنان کہتے ہیں۔ وہ اشنان نہ کرے تو اس سے کفر کی بدبو آتی ہے۔ ذرا ہندو کا پسینہ نکلے اور آپ پاس کھڑے ہوں تو بدبو آتی ہے۔ ہندوستان میں ہم مختلف جگہوں پر رہے اور ہندوؤں سے جو سابقہ پڑتا تو مجھے اندازہ ہو جاتا تھا کہ کون صحیح ہندو ہے اور کون گمراہ ہندو ہے اور اپنے عقیدوں کو چھوڑ چکا ہے۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ میرے پاس جتنے ہندو طالبِ علم رہے ہیں صرف ایک صحیح ہندو آیا ہے جو کہ اب صوابی میں میڈیکل افسر ہے۔ اس سے بدبو آتی تھی باقیوں سے نہیں آتی تھی یعنی باقی کمیونسٹ ہندو تھے۔ واقعی اس کے پاس کھڑے ہوتے تو ایسی بدبو آتی جیسے مری ہوئی بلّی سے آتی ہے۔ پہلے دور کے لوگ تو بڑے صحت مند ہوتے تھے۔ صبح ٹھنڈے پانی سے نہاتے تھے۔ ہمارے باپ دادا نے ہمیں یہ قصے سنائے ہوئے ہیں اور خود ہم نے لوگوں کو دیکھا بھی ہے کہ برفانی علاقے میں دسمبر جنوری کے مہینے میں صبح ٹھنڈے پانی سے نہاتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ اب تو لوگ کمزور ہیں اب یہ پنڈت کیسے اشنان کرتے ہیں تو انھوں نے

جواب دیا کہ اب یہ ایسے ہی گڑوی بھرتے ہیں اور اپنے پیچھے اور دائیں بائیں پانی پھینک رہے ہوتے ہیں اپنے اوپر نہیں ڈالتے ۔تو معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی ریسرچ کرلی ہے۔

عقیدے کی بات ہو رہی تھی کہ عقیدہ تو ٹھیک تھا نہیں ہمارے ساتھی کا۔ جمعہ کی نماز میں وہ آیا کرتے تھے۔میں نے سود کے مسئلے پر جمعہ کی تقریریں کر کر کے آٹھ دس بار اس کو بیان کیا۔لوگ بھی حیران تھے کہ اسے کیا ہوا کہ اس پر جن طاری ہے جو چیخ رہا ہے۔میں نے کہا کہ ہمارا ایک ساتھی ڈوبا جارہا ہے، حج کر کے، نماز پڑھ کے، ذکر کر کے ڈوبا جارہا ہے۔میں تو اس کے لئے شور مچارہا ہوں کہ اس کا عقیدہ ٹوٹے۔ہوسکتا ہے کوئی اور بھی سن لے۔بالآخر ایک دن ان کو اپنی غلطی کا اندازہ ہوا اور اپنی بات چھوڑ دی۔پھر اللہ کی شان کہ دیکھتے دیکھتے ایک مسئلہ حل پھر دوسرا مسئلہ حل اور پھر سارے مسئلے حل ہوتے گئے۔ایک دن کہنے لگے کہ یہاں ایک درانی صاحب ہیں ان کے ہاں جو جاتے ہیں خوب پھلتے پھولتے ہیں۔ہم آپ کے اور مولانا صاحب کے ہاں جو آئے تو ہمارا کوئی فائدہ ہی نہ ہوا۔میں نے کہا کہ چرس افیون کی دکانیں وہیں پھلتی پھولتی ہیں کیونکہ حرام تصوف ہے اور حرام مال ہے اس لئے وہاں پر بڑھتا ہے۔وہ تو جوگیوں والا تصوف ہے نہ نماز پڑھو، نہ روزہ رکھو بس رونا دھونا شروع ہوجائے اور آدمی کامل ہوگیا۔ہمارے ہاں جو آتے ہیں ان کی کمائی اگر شرعی اصولوں کے مطابق نہیں تو اس میں کمی آئے گی۔لہٰذا کوئی مال بڑھنے کے لئے اگر آتا ہو سلسلے میں تو وہ بیشک دروازے سے باہر ہی رہے، کوئی مسئلے حل ہونے کے لئے آتا ہے تو وہ دروازے سے باہر ہی رہے۔جو دنیا کی نیت کر کے آتا ہو اس کے آنے کا فائدہ نہ اس کو ہے نہ ہمیں ہے۔جو آخرت کے لئے آئے تو اس کی آخرت اگر بن گئی تو اس کے بنانے میں اللہ دنیا کو بھی بنادے گا۔لیکن جو دنیا اور دنیا کی کسی چیز کی نیت کر کے آئے اس سے بڑا بیوقوف اور اس سے بڑا خسارے والا آدمی کوئی نہیں ہے۔ہم جب مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو بس دعا کو ہی کافی سمجھتے تھے کہ اس سے مسئلہ حل ہوجائے گا۔ان حضرات کو کیا سفارشوں کی تکلیف میں ڈالنا۔تو جو سلسلے کی دعا ہے اس پر تو یقین نہیں ہے اور جو سلسلے کے دنیاداری وسائل ہیں ان سے ہم آس لگائے ہوئے ہیں تو کیا یہ توحید ہوئی کہ شرک کی بنیاد ہوئی ہے۔سلسلے کی دعا کی رسی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملتی ہے جس کو پکڑنے سے اللہ تعالیٰ مسائل حل کرتا ہے اور جس کے بارے میں کہا گیا ''من یؤمن باللّٰہ فقد استمسک با العروۃ الوثقیٰ'' یعنی اس نے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جو ایمان لائے اللہ پر۔جس کے پکڑنے کے بعد کوئی گرنے کی گنجائش ہی نہیں رہی۔تو اس کے بعد آپ دنیا کی چیزوں سے آس لگائے

بیٹھے ہیں۔

ڈاکٹر سفیر صاحب کہتا ہے کہ میں جب شروع میں آیا تو مجھے ڈاکٹر مبشر صاحب نے کہا کہ یہاں پر ایک درس ہوتا ہے اور درس دینے والے ہمارے پروفیسر بھی ہیں آپ بھی بیٹھا کریں۔ میں نے سوچا اچھی بات ہے بیٹھا کریں گے۔ ہمارا تو امتحان پرچوں کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا یہ تو واقعی بڑی کام کی بات بتائی، بڑا اچھا سینئر تھا۔ خیر چند دن جو درس میں بیٹھے تو وہاں بات ہی دوسری تھی۔ قرآن تو ایک زندہ کلام ہے۔ تو اللہ نے دوسرا رخ ہی سامنے کر دیا۔ تو سلسلے کے ظاہری وسائل تو ایسے ہی بودے ہیں جیسے مکڑیوں کا جالا اور اصل تو وہ عروۃ الوثقیٰ ہے تو اس لئے آدمی کو یقین تو ان اعمال پر ہو اور اللہ کی ذات پر ہو۔

ایک ساتھی سے میں نے کہا کہ فلاں سیاسی پارٹی تو بہت گڑ بڑ کر رہی ہے اور آپ کیوں ان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ کہنے لگا ڈاکٹر صاحب آپ تو ایسی نوکری میں ہیں کہ تبادلوں کہ مصیبت سے بچے ہوئے ہیں ہمیں تو دس دفعہ تبدیل ہونا پڑتا ہے اور اگر ان سیاسیوں کے ساتھ تعلقات نہ رکھیں تو کیا کریں۔ میں نے کہا انجینئر صاحب اللہ کی شان دیکھیں مجھ پر تو ڈیڑھ سال یہ مصیبت رہی عدالتوں کے جگہ جگہ دھکے کھائے لیکن میں نے دو نیتیں کی ہوئی تھیں، ایک یہ کہ جمعیت علمائے اسلام والوں سے ہمارا جو تعلق ہے ان کو کبھی کام کا نہیں کہوں گا اور ایک تبلیغ والوں کے ساتھ تعلق ہے تو ان کو بھی مدد کا نہیں کہوں گا۔ حضرت مولانا صاحب کے پاس حاضری ہوئی تو انھوں نے کہا کہ برخوردار حزب البحر پڑھ لیا کرو آپ کو اجازت ہے۔ میں نے سوچ لیا کہ بس اسی کو پڑھیں گے اور اسی پر اللہ تعالیٰ مسئلہ حل کر لے گا اور جو ظاہری اسباب میں کہیں آنا جانا ہوا تو کر لیں گے لیکن سلسلے والوں کو مدد کا نہیں کہیں گے تاکہ سلسلے کا تعلق دنیا کے مفادات کو حاصل کرنے کے لئے نہ ہو۔ حالانکہ سلسلے تو ایسی چیز ہوتے ہیں کہ جس میں اولاد اور بہن بھائیوں سے زیادہ محبت والی بات ہوتی ہے۔ اس میں اپنے بھائی کو تکلیف میں دیکھ کر آدمی سے برداشت نہیں ہوتا۔ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ آدمی اس کی مدد کو کھڑا نہ ہو اور اس کو نکالنے کی فکر نہ کرے۔ مرید کے حالات پر تو ایسی پریشانی ہوتی ہے جیسے اپنی اولاد کے حالات پر پریشانی ہوتی ہے۔ اور جب تک وہ تکلیف سے نہ نکلے تو آدمی کو اطمینان نہیں ہوتا۔ سلسلے والوں کو اس طرح ضرور کرنا چاہئے لیکن ضرورت مند کو سوائے ذاتِ ذوالجلال کے کسی کی آس نہیں لگانی چاہئے۔

تو یہ تو عروۃ الوثقیٰ کو پنجہ مارنا ہے۔ اس مضبوط کڑے کو پنجہ مار کر پکڑنا ”و من یعتصم باللہ فقد ھدی الیٰ صراط مستقیم“ مولانا صاحب فرماتے تھے کہ ہمارے استاذ صاحب ہمیں پشتو میں

پڑھاتے تھے تو اس کی تشریح میں کہتے تھے " منگولے خخول " جیسے باز پنجہ مار کر کسی چیز کو ایسا پکڑ لیتا ہے کہ اس سے پھر ہٹتا نہیں اور نہ اس کے ہاتھ سے چھوٹتی ہے۔ تو اس مضبوط کڑے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے تعلق کو پنجہ مار کر پکڑنا ہوتا ہے۔ پس جس نے پنجہ مار کر پکڑ لیا اللہ کو اس کو سیدھے راستے کی ہدایت ہوئی۔

ڈاکٹروں کی خاطر یہ بات کہہ دوں کہ مختلف بیماریوں کے لئے جو سات دفعہ سورۃ فاتحہ دم کرتے ہیں اللہ شفاء کرتا ہے۔ کئی بار میں نے محسوس کیا کہ سات دفعہ سورۃ فاتحہ دم کرنے کے بعد جو نسخہ ذہن میں آ جائے ایسا اثر کرتا ہے جیسے نشانے پر گولی۔ بعض اوقات خود کو حیرت ہوتی ہے کہ کیسے ہوا۔ بڑی بڑی جگہوں سے نہ ہو سکا یہاں سے کیسے ہو گیا۔ خیر کبھی کبھی ہوتا ہے ہمارا کون سا پیشہ ہے کہ اس کے لئے آپ ہمارے پاس آئیں۔ تو اھدنا الصراط المستقیم پر میں نے سوچا تو صحیح تشخیص بھی تو صراطِ مستقیم ہے۔ واقعی اللہ چاہے تو صرف پھونک مارنے سے شفاء کر دے چاہے تو صحیح تشخیص کی طرف ہدایت کر دے۔

بیس سال پہلے کی بات ہے کہ ایک نسخہ میں نے لکھا تو وہ ہزارہ میں بہت چلا یہاں تک کہ دوکاندار کہتا کہ اب کوئی بھی آتا ہے تو اس کو میں خود ہی دے دیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ دراصل یہ لوگ اللہ کے راستے میں نکلتے ہیں اور تبلیغ میں قربانیاں کرتے ہیں تو یہ اس کی وجہ سے شفا ہوئی ہے۔ اگر ایک آدمی سودی کاروبار کر کے آیا اگر وہاں چلانا چاہیں تو اس کا اثر نہیں ہوگا۔ یہ تو اس برکت سے ہوا ہے اور جب تک اللہ نے چلانا چاہا چلے گا۔ تو کچھ عرصے بعد وہ بھول ہی گیا اس نسخے کو۔ میں نے کہا بس وہ برکت جو تھی وہ ختم ہو گئی۔

لا الہ الاّ اللہ کا جہری ذکر جو ہم کرتے ہیں اور ساتھ ضربیں لگاتے ہیں اس سے یہ راز پانا ہے کہ یہ مضبوط کڑے کو پکڑا میں نے اور پنجہ مارا اللہ کی ذات کی طرف۔ تو اس کا اعتصام با اللہ ہوا اعتصام بالعروۃِ الوثقیٰ ہوا۔ وہ کڑا ہمارے ہاتھ آیا ہے کہ اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارا وسیلہ ہے اور کارساز ہے اور ہماری ساری چیزیں تو اس کے ساتھ اٹکی ہوئی ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں پڑے گی انشاء اللہ۔ لا الہ الاّ اللہ سو بار کہتے ہیں قلب سے اللہ کے غیر کا تعلق نکلا اور پیچھے گر گیا۔ الاّ اللہ سے قلب میں اللہ کا تعلق داخل ہوا۔ سو بار جو الاّ اللہ کہتے ہیں اس میں یہ دھیان کرنا ہوتا ہے کہ اللہ حاضر ہے ہمیں دیکھ رہا ہے ہمارے ساتھ ہے۔ سو مرتبہ اللہُ اللہ کرنا ہوتا ہے۔ اس میں بھی یہ دھیان کرنا ہوتا ہے کہ اللہ حاضر ہے ہمیں دیکھ رہا ہے ہمارے ساتھ ہے۔ سو مرتبہ اللہ کہتے ہوئے یہ دھیان اور کوشش کرنی ہوتی ہے کہ یہ آواز دل سے اُٹھ رہی ہے اور زبان ساتھ ایسے ہی ہل رہی ہے۔

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

ملفوظاتِ شیخ (حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہم)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب) (قسط نمبر:۳۲)

جب آدمی فنِ تصوف کی مشقوں سے فنا حاصل کر لیتا ھے تو اس کے بعد فضلِ الٰھی دستگیری فرماتا ھے اور آدمی مقبول بنتا ھے:

فرمایا کہ صوفیاء کا قول ہے ''مردہ بدست زندہ'' جس طرح مردہ زندہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے، جدھر اس کو موڑتا ہے اُدھر ہی مڑتا ہے اپنا اختیار ہی نہیں رہتا، تب تربیت ہوتی ہے تب چیز بنتی ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ محقق صوفیاء کی تربیت سے ایسا حال ہوجاتا ہے کہ آدمی کے دل کے اندر گناہ کے وسوسے کے آنے کی جگہ نہیں رہتی۔ بندہ نے اپنے کتابچہ 'اصلاح نفس' میں اس بات کو لکھا ہے کہ یہ فنِ تصوف ہے کہ باطن سے سارے باطل خیالات محو ہوجائیں۔ اس بات کو ہندو بھی کرتے ہیں، بُدھ بھی کرتے ہیں کہ آدمی کے نفس کے گناہ کا جذبہ بالکل قابو ہو جائے، لیکن اللہ کی رضا کے لیے نہیں کرتے، بڑا پنڈت بننے کے لیے کرتے ہیں۔ اس لیے مردُود ہیں کیونکہ ان کے پاس توحید نہیں ہوتی، اور اللہ کی رضا نہیں ہوتی، اس لیے وہ مردُود ہوتے ہیں ورنہ فنائے نفس تو ان کے پاس ہوتی ہے۔ توحید اور اخلاص کے ہوتے ہوئے جب آدمی فنِ تصوف کی مشقوں سے فنا حاصل کر لیتا ہے تو اس کے بعد فضلِ الٰہی دستگیری فرماتا ہے اور آدمی مقبول بنتا ہے۔ عرض یہ ہے کہ یہ ایک دو دن کی بات نہیں ہے جب آدمی آتا جاتا ہے، سیکھتا ہے، اپنے مسائل بتاتا ہے، مشورے لیتا ہے اُس کو ترتیب بتاتے ہیں، ترتیب کو لے کر اُس کی مشق کرتا ہے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کرتا ہے کہ اس کا غضب، شہوت، حرص تینوں جذبے قابو میں آتے ہیں۔ اُس کے بعد مزے ہی مزے ہیں۔ جب ایک آدمی کو دربارِ عالیہ میں کرسی مل جائے، نوکری بھی مل جائے، اسکی بات سنی جارہی ہو تو ان مزوں کو کہاں دوسرا آدمی پا سکتا ہے۔ اس لیے اللہ کے تعلق والے بندے کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو ہمیں دیا ہے اگر ان بادشاہوں کو پتہ چل جائے تو بادشاہتوں کو چھوڑ کر اس کے پیچھے آئیں اور اگر انکا بس چلے تو ہم پر حملہ کر کے، فوج کشی کر کے ہم سے یہ چیز لے لیں۔

دین اصل میں پانچ شعبے ھیں اور دین کا کام چھ شعبے ھیں:

فرمایا کہ دِین اصل میں پانچ شعبے ہیں اور دِین کا کام چھ شعبے ہیں۔ دِین کے پانچ شعبے..... عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت ہیں اور دِین کا کام چھ شعبے ہیں...... تصنیف وتالیف، درس وتدریس، دعوت وتبلیغ، بیعت وتلقین، قانون وآئین اور قتال۔ دین کے پانچ شعبوں کو زندہ کرنے کے لیے ان چھ میدانوں میں کام کرنا پڑے گا۔ اب سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ کام کون کرے گا۔ کام کرنے کے لیے افراد تیار کرنے پڑیں گے اور افراد اگر صحیح تیار ہو گئے تو صحیح کام ہوتا ہے اور جب صحیح کام ہوتا ہے تو صحیح نتائج سامنے آتے ہیں۔ افراد کی تربیت میں کمی اور سقم رہ جائے اور افراد کی تربیت میں نقص رہ جائے تو یہ نقص ان کی کارکردگی میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب یہ نقص اُن کی کارکردگی میں ظاہر ہوتا ہے تو اس کے اثرات اُمت میں پھیلتے ہیں۔ جب ناقص افراد اُمت میں پھیل جائیں تو اُمت کی حالت ناقص ہو جاتی ہے اور اُس کو اُخروی نقصان کے ساتھ ساتھ دنیا کا بھی عظیم نقصان ہو جاتا ہے۔

پھلے زندگیوں سے اسلام نکلا ھے پھر مسلمانوں کا زوال ھوا ھے:

فرمایا کہ عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ دِین میں فاقے ہوئے، قربانیاں ہوئیں، عورتیں بیوہ ہوئیں، بچے یتیم ہوئے، پیٹوں پر پتھر باندھے گئے، گرم ریتوں پر ڈالے گئے، سینوں پر پتھر رکھے گئے اور انگاروں پر ڈالے گئے۔ یہ ساری قربانیاں دُرست ہیں لیکن اگر دیکھیں تو یہ قربانیاں تیرہ سالہ مکی زندگی کی ہیں اور چار یا پانچ سال مدنی زندگی کی ہیں، کل اٹھارہ سال ہو گئے۔ فتح خیبر کے بعد جو تقریباً چھ ہجری ہے یہ حالات بدل گئے۔ ان اٹھارہ، اُنیس سالوں کو چودہ سو ستائیس سے نکالیں تو چودہ سو آٹھ سال رہ گئے۔ چودہ سو آٹھ سالوں میں اُمتِ مسلمہ کے ایک ہزار سال ایسے ہیں کہ اس میں مالی فراوانی اور معاشی آسودگی اور دنیا کا غلبہ اور کروفر اور دبدبہ اور ہر جگہ پھیلاؤ اور بڑی حکومتوں کا زیرنگیں ہونا اور بڑی بڑی حکومتوں کا قدموں کے نیچے ہونا، اور ہر جگہ نیک نامی، ہر جگہ شہرت، ہر جگہ برکت۔ کل اُنیس سال مجاہدات کے ہیں اور ایک ہزار سال غلبے کے ہیں، اور گزشتہ چار سو آٹھ سال جو ہیں یہ بھی مکمل زوال کے نہیں ہیں اس میں بھی کسی جگہ زوال ہے، کسی جگہ عروج ہے، کسی جگہ تکلیف ہے، کسی جگہ راحت

ہے، کسی جگہ آسانی ہے، کسی جگہ مشکلات ہیں، یہ چار سو سال بھی مکمل دبنے کے اور غموں کے نہیں ہیں۔
اور آپ حضرات ذرا غور کریں اور ماہرین سے پوچھیں بھی کہ جب نبی کا ظہور ہوتا ہے اور کتاب کا نزول ہوتا ہے تو اس کے بعد عروج و ترقی کا فیصلہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا نبی کے لئے، نبی کے ماننے والوں کے لئے اور اس کتاب پر چلنے والوں کے لئے ہوتا ہے اور اس میں اگر کمی آتی ہے تو وہ کمی اس بات میں ہوتی ہے کہ وہ اُصول و شرائط، وہ ترتیب جس کے مطابق انبیاء علیھم السلام نے چلنے کی دعوت دی ہوتی ہے، چلنا سکھایا ہوتا ہے اور کتاب میں جو کچھ چھوڑا ہوتا ہے اس میں فرق آیا ہوا ہوتا ہے، یہ کبھی نہیں ہوا ہے کہ پہلے مسلمانوں کا خاتمہ ہوا ہے پھر اسلام کا خاتمہ ہوا ہے۔ تاریخ پر گہری نظر رکھنے والوں کو پتہ ہے اس بات کا کہ یہ کبھی نہیں ہوا ہے بلکہ پہلے زندگیوں سے اسلام نکلا ہے پھر مسلمانوں کا زوال ہوا ہے۔

۷۰۔۱۹۶۹ کے زمانے میں جب کمیونزم کی بڑی زور دار دعوت پاکستان میں آئی تو اس زمانے کے سیاسی علماء نے یہ بات کہنا شروع کر دی کہ پاکستان میں اسلام خطرے میں ہے۔ لیکن محققین علماء نے کہا کہ پاکستان میں اسلام خطرے میں نہیں ہے، اسلام کسی وقت، کسی جگہ بھی خطرے میں نہیں ہے، ہاں یہ بات ہے کہ مسلمان خطرے میں ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے دین پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔

ہر بات جو حق اور حقیقت نہ ہو، جھوٹ اور فریب ہو تو وہ تاریخی حقائق کی روشنی میں اور منطقی دلائل کے دائرے میں بیان نہیں ہو سکتی:

فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دِینِ حق دے کر بھیجا سب دِینوں پر غالب کرنے کے لیے۔ ظاہری غلبہ عرصۂ دراز تک بڑی بڑی حکومتوں کی شکل میں ہوا۔ اصلی غلبہ دلائل کا ہے، وہ ہر وقت ہے وہ کسی وقت زائل نہیں ہوا۔ ہمارا تجربہ ہے اور کفار کے حالات اور ملکوں کو دیکھا ہوا ہے اور اس بات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا ہے کہ ایک اَن پڑھ آدمی ہمارا کھڑا ہو جائے اور بڑے سے بڑے پادری کے ساتھ جب بحث و دلائل ہوں تو تھوڑی دیر میں اس کو لاجواب کر دیتا ہے اور یہ میرے سامنے ہوا ہے کیونکہ اس (پادری) کے پاس دلائل ہی نہیں ہوتے۔ ہر بات جو حق اور

حقیقت نہ ہو جھوٹ اور فریب ہو تو وہ تاریخی حقائق کی روشنی میں اور منطقی دلائل کے دائرے میں بیان نہیں ہو سکتی اور جب بات کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو ان کی بات میں ٹکراؤ اور تضاد Controversy اور Contradiction آتا ہے، کیونکہ غیر حق چیز کو منطقی دلائل اور تاریخی حقائق کی روشنی میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اُس کو جب بیان کرنے کے لیے آدمی بڑھتا ہے تو تھوڑی دیر میں اس کو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ پتھروں میں ہل چلا رہا ہے، جو ہل کو تو توڑ دے گا لیکن زمین نہیں پھاڑ سکے گا۔ یہ غلبہ اسلام کا تو ہر وقت ہے، ہر جگہ ہے۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (صف:۹)

ترجمہ: وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول راہ کی سوجھ دے کر اور سچا دِین کہ اُس کو اُوپر کرے سب دِینوں سے اور پڑے برا مانیں شرک کرنے والے۔

سب سے اہم چیز درست تربیت ھے:

فرمایا کہ جہاں انبیاء علیھم السلام کی ہدایات اور کتاب کی تعلیمات پر نہ چلا گیا ہو اور اُس میں فرق لایا گیا ہو، یہ تب ہوتا ہے جب رجالِ کار کی تربیت میں نقص ہو۔ لہٰذا سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تربیت دُرست ہو۔ پہلے پشاور میں ہم بطور مفتی ایک شخص کا نام سنتے تھے، اور وہ تھے عبدالقیوم پوپلزئی صاحب، اُن سے ہم مسئلہ پوچھتے تھے۔ اُن کے بعد تھے مفتی عبداللطیف صاحب۔ آج کل کئی حضرات ملتے ہیں مفتی کے نام سے اور جب مسئلہ پوچھتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ مسئلہ بتانے کی استعداد پوری نہیں ہے۔ اس کے بارے میں میں نے معلومات کیں تو مدارس والوں نے بتایا کہ جب ہمارے ہاں سے لوگ تخصص فی الفقہ کر کے چلے جاتے ہیں تو اس کے بعد ایک عرصہ دراز چاہیے فتویٰ کی مشق کے لیے۔ ماہرین کی نگرانی میں، عرصہ دراز گزرنے کے بعد یہ ہوتا ہے کہ اکثر فتویٰ اس کا صحیح ہوتا ہے اور کبھی کبھی غلط ہونے کا خطرہ ہر وقت رہتا ہے۔ اس لیے شرعی مسئلہ ہے کہ مفتی مصّیب کے دو ثواب ہیں اور مفتی خاطی کا ایک ثواب ہے۔ جس مفتی سے خطا ہو گئی، اس نے غلط فتویٰ دے دیا ایک ثواب اس کا بھی ہے کیونکہ اخلاصِ نیت کے ساتھ عملی کوشش کی اور پورے وسائل کو استعمال کیا اور فتویٰ دیا۔ باقی انسان

ہے، بشر ہے، انبیاء علیہم السلام کی طرح کامل تو کوئی بھی نہیں ہوسکتا، خطا ہوسکتی ہے۔لیکن اخلاص نیت تھی، اس کا تجربہ دُرست تھا، محنت پوری کی اس کے بعد خطا ہوئی ہے اللہ تعالیٰ پھر بھی ایک اَجر دے گا۔ اوراہل حق کی علامت یہ ہوتی ہے جب اُن کی خطا اُن پر ظاہر کردی جاتی ہے تو فوراً رجوع کر لیتے ہیں، توبہ تائب ہوجاتے ہیں، اس بات کا اعلان کردیتے ہیں اوراُن کواس سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔

مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا، ایک عالم آئے ہمارے پاس تھانہ بھون۔انہوں نے تین چار سال فتویٰ کا کام کیا، پھراُنہوں نے کہا کہ میں جاتا ہوں۔میں نے پوچھا کیوں بھائی؟ تو اُنہوں نے کہا کہ تین چار سال آپ کے ساتھ کام کیا مگراب بھی کچھ حال نہیں اب بھی خطائیں ہوتی ہیں۔مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب نے اُن سے کہا کہ میں بیس سال سے اس شعبہ میں کام کررہا ہوں اوراب بھی میں اُلجھتا ہوں، پھنستا ہوں فتویٰ میں۔اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے پوچھتا ہوں تو وہ ہدایہ کی عبارت سے مسئلہ نکال کردے دیتے ہیں ۔تقریباً فتوے ہدایہ کی عبارت میں ہوتے ہیں لیکن ان کی نظر گہری ہےاورفہم اتنا رسا ہے کہ ان کی رسائی وہاں تک ہوتی ہے ہماری نہیں ہوتی، ہم پڑھتے ہیں تو ہمیں فتویٰ سمجھ نہیں آتا اور یہ پڑھتے ہیں تو مسئلہ نکال کردے دیتے ہیں۔

شریعت کی رحمت والی ترتیب:

فرمایا کہ ایک آدمی نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ حضرت! بیوی اتنا تنگ کرتی ہےاورایسی تلخ بولتی ہے کہ میں اس سے تنگ آگیا ہوں، میں کیا کروں؟ جذبہ ہوتا ہے کہ اسکی ہڈیاں توڑ دوں، اسکو گھر سے نکال دوں، اسکو طلاق دے دوں۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو لکھا کہ اس وقت شیطان اُس سے بلوارہا ہوتا ہےاور گھر کو اُجاڑنے کی ترتیب کروارہا ہوتا ہے تاکہ تیرے گھر کو اُجاڑ دے، تیرے حالات کوخراب کردے، تھوڑی دیر یہ سوچ لیا کرو کہ یہ شیطان اُس سے کرارہا ہے، اگرتُو بھی اس کے مقابلے میں آجائے تو دونوں شیطان کے طریقے پر ہوگئے۔انھوں نے کچھ دنوں کے بعد لکھا: حضرت اس وقت میں نے سوچنا شروع کیا کہ میں شیطان کا آلۂ کار کیوں بنوں، تو اُس نے تھوڑی دیر شور مچایا، آگے اس کو میری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا، بس بات ختم ہوگئی اور مسئلہ حل ہو

گیا۔ ایک آدمی جب برا بھلا کہتا ہے تو چاہتا ہے کہ دوسرا ٹکرائے مجھ سے تا کہ مزہ آئے، اس طرح دونوں کے نفسوں کا جذبۂ غضب لطف اُٹھا رہا ہوتا ہے۔ جب ایک طرف سے صبر کا مظاہرہ ہو جائے تو بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ دوسرا ٹکراتا ہے تو پہلے کو مزہ آتا ہے بس اس سے بات آگے بڑھتی ہے۔

ایک جگہ ایک پیر صاحب آ گئے۔ ایک لڑکی جس کا بڑا مسئلہ تھا...ساس سے بڑی سخت لڑائی ہوتی تھی، وہ گئی دَم کرانے کے لئے، اُنھوں نے اس کو تین کنکر دَم کر کے دیئے، کہ جس وقت لڑائی شروع ہو اور ساس گالیاں دے، بُرا بلا کہے، باتیں سنائے تم یہ کنکر دانتوں کے نیچے رکھ لینا، جتنا وہ گالیوں پر زور دے اُتنا تم کنکریوں پر زور دینا، بس لڑائی ختم ہو جائے گی۔ وہ کنکر لیکر آئی...جوں لڑائی شروع ہوئی، اُس نے کنکر دانتوں میں دبائے اور دباتے دباتے لڑائی ختم ہو گئی، سُبحان اللّٰہ۔ کیا پیر صاحب کے دَم کا کمال تھا؟ وہ کنکر جو دَبا رہی تھی تو دراصل بول نہیں سکتی تھی، چپ رہنا پڑا اسکو۔ جب چپ رہنا پڑا تو مسئلہ حل ہو گیا۔ ہر ایک آدمی کا جذبہ ہوتا ہے کہ جب میں نکلوں آگے تو دوسرا آدمی مقابلے کے لیے کھڑا ہو مزہ آئے، جب میں سناؤں تو وہ بھی سنائے، جب میں سو سناؤں وہ ایک سو دس سنائے، تو پھر میں ایک سو بیس سناؤں تو مزہ تو تب آتا ہے۔ جب وہ آگے سے بول ہی نہ رہا ہو تو رہا کیا؟ اللہ کا احسان ہے یہ وہ شریعت کی رحمت والی ترتیب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

(صفحہ ۱۷ سے آگے) کچھ عرصہ مشق کرنے سے اللہ کرتا ہے کہ یہ بات اندر داخل ہو جاتی ہے۔

اکیلے میں ذکر کرنا حدیث سے ثابت ہے، مجلس میں ذکر کرنا ثابت ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ذکر کروایا ہوا ہے لہٰذا یہ بدعت اور غیر مسنون نہیں بلکہ عینِ سنت ہے۔ اکیلے میں زور زور سے ذکر کرنا سنت ہے جس کے بارے میں حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے اور مجلس کا اکٹھے ہو کر ذکر کرنے کے بارے میں مسندِ احمد کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جمع کر کے دروازے بند کرا کے پوچھا کوئی اجنبی تو نہیں، بتا گیا کہ نہیں ہے، پھر فرمایا دروازے بند کر دو پھر سب سے کہا ہاتھ کھڑا کر کے لا الٰہ الا اللہ کہو۔ سب تھوڑی دیر سب لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرتے رہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا آپ سب کو مبارک ہو آپ کی مغفرت ہو گئی۔ تو یہ آپ کی مجلسِ ذکر تھی۔

جمیلہ قادیانیت سے کیسے تائب ہوئی؟

(جناب محمد عبدالباسط خان صاحب۔لاہور)

بندہ عصر کے بعد دفتر سے واپس گھر پہنچا ہی تھا اور ابھی چائے پی رہا تھا کہ ہماری مسجد کے امام صاحب کا غیر متوقع طور پر فون آیا اور پوچھا کہ تم کہاں ہو؟ پھر مجھے مغرب کی نماز کے بعد ملنے کی تاکید کی۔قاری صاحب نے ملتے ہی قدرے پریشانی کی حالت میں بتایا کہ ان کے گھر میں دو لڑکیاں آئی بیٹھی ہیں اور قادیانیت سے متاثر ہیں، اُن سے بات کرنی ہے۔قاری صاحب کا ان لڑکیوں سے بات کرنے کے لئے راقم کو بلانا اس وجہ سے تھا کہ بندہ نے ختمِ نبوت کے حوالہ سے ایک مختصر کورس کر رکھا ہے اور ختمِ نبوت کے کام کے حوالے سے کچھ ذوق رکھتا ہے۔

قاری صاحب نے بندہ کا تعارف کرایا اور بتایا کہ ان میں سے ایک لڑکی فریحہ ان کے ایک مقتدی کی بہن ہے اور دوسری لڑکی جمیلہ اس کی سہیلی ہے۔فریحہ ہی جمیلہ کو قاری صاحب سے ملوانے کے لئے ساتھ لے کر آئی ہے۔میں نے سب سے پہلا سوال یہ کیا کہ آپ لوگوں کو کیا اُلجھن اور اشکالات (Confusion and queries) ہیں؟ فریحہ بولی کہ مجھے تو صرف اشکالات ہی ہیں مگر میری سہیلی جمیلہ تو قادیانیت قبول کر چکی ہے۔ یہ سنتے ہی میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی کہ قادیانیوں کی اس حد تک جرأت ہوگئی کہ ایک مسلمان ملک میں اور کروڑوں مسلمانوں کی موجودگی میں وہ ہمارے معصوم بچے بچیوں کے ایمان پر یوں ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔بہر حال میں نے جمیلہ سے پوچھا کہ آپ کو کیا اشکال ہے تو اس نے چھوٹتے ہی کہا کہ آپ مجھے ایک آیت اور ایک حدیث دکھا دیں جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیات ہیں اور قربِ قیامت میں تشریف لائیں گے۔

اگرچہ مرزا قادیانی کے جھوٹے یا سچے ہونے کا دور دور تک بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور نزول من السماء سے کوئی تعلق نہیں ہے مگر ختمِ نبوت کے کام سے منسلک حضرات اس بات کو جانتے ہیں کہ مرزائیوں نے سادہ لوح مسلمانوں کو پھنسانے کے لئے حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدہ کو اپنے دجل و فریب کا ذریعہ بنایا ہے۔میں سرِ دست یہ بتاتا چلوں کہ قادیانیوں سے مسلمانوں کی بحث یا مناظرہ تین عنوانات کے تحت ہوتا ہے۔

۱﴾ ختمِ نبوت یا اجرائے نبوت:

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا تھا اس کا اختتام سیّد الانبیاء، سید الاوّلین والآخرین، رحمۃ اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

الہ وسلم کی ذاتِ عالی پر فرما دیا اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ جبکہ قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نعوذُ باللہ نبوت جاری ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی ملعون بھی نبی ہے۔

مسلمانوں کا ختمِ نبوت کا عقیدہ اتنا واضح اور محکم ہے کہ حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ختمِ نبوت کامل'' میں اس عقیدہ کی صداقت پر ایک سو آیات اور دو سو سے زائد احادیث نقل فرمائی ہیں۔ ان واضح آیات اور احادیث کے باوجود قادیانی ظلّی، بروزی، تشریعی ؟ وغیر تشریحی؟ اور امّتی نبی جیسی من گھڑت اصطلاحات نکال کر مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

۲﴾ حیات و وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام :

تمام اہلِ ایمان کا یہ متفقہ عقیدہ ہے (ماسوائے منکرینِ حدیث پرویزی اور غامدی طرزِ فکر والے حضرات کے) کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور قربِ قیامت میں دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ یہودیوں اور عیسائیوں سے جنگ کر کے انہیں شکست دیں گے اور دنیا میں امن وسکون قائم فرمائیں گے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک میں آپ ﷺ کی قبر اطہر کے پاس دفن ہوں گے۔

مسلمانوں کے اس اجماعی عقیدہ کے مقابلہ میں قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور ان کی قبر سری نگر مقبوضہ کشمیر میں ہے اور جس عیسیٰ علیہ السلام کا وعدہ قرآن وحدیث میں مذکور ہے اس سے مراد مرزا قادیانی ملعون ہے۔ معاذ اللہ!

۳﴾ مرزا قادیانی کا کردار (character) :

قادیانیوں سے بحث ومناظرہ کا تیسرا عنوان مرزا غلام احمد قادیانی کا character یعنی کردار ہے۔ مرزا قادیانی کا کردار اس کی اپنی تحریروں کی روشنی میں اتنا گندہ اور نفرت انگیز ہے کہ اس کے سامنے آجانے پر ایک عام آدمی بھی آسانی سے اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ مرزا قادیانی نبی، مسیحِ موعود، مجدّد، ملہم من اللہ وغیرہ تو کیا ایک شریف آدمی کہلانے کا بھی حقدار نہیں ہے۔ قادیانیوں کے لئے اس موضوع پر بات کرنا موت ہے۔ بقول حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ قادیانی مربی (Scholar) زہر کا پیالہ پی سکتا ہے مگر مرزا کے کردار پر بات نہیں کر سکتا۔ لہٰذا قادیانیوں کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ عقیدۂ ختمِ نبوّت یا حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے بات کریں اور قرآن وحدیث کے من گھڑت ترجمہ وتشریح سے اپنے باطل نظریات کو جواز فراہم کریں اور سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کریں۔ اس لئے کوئی عام آدمی کبھی قادیانیوں سے بات کرے تو اس کو ہمیشہ مرزا قادیانی ملعون کے کردار پر بات کرنی چاہیئے۔

اسی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے بندہ نے اس لڑکی سے بات شروع کی۔ بندہ کو اندازہ ہوا کہ قادیانیوں نے اسے پہلے سے ہی ذہنی طور پر تیار کر رکھا تھا کہ مولویوں کے پاس کوئی ٹھوس دلیل نہیں ہے اور وہ محض 'مرزا صاحب' کی ذات اور کردار پر اعتراض کرتے ہیں۔ اسی انداز میں اس لڑکی نے بھی بات شروع کی اور جب بندہ نے مرزا کے کردار پر بات کی تو اس نے یہ کہہ کر بندہ کی بات کو وزن نہیں دیا کہ مولوی 'مرزا صاحب' کی تحریروں کو سیاق وسباق یعنی reference to context کے بغیر لوگوں کو بتاتے ہیں۔ ساتھ ہی اس نے بندہ کو انٹرنیٹ کی ویب سائیٹ YouTube.com پر موجود قادیانی مربیوں کے کچھ لیکچر سننے کو کہا۔ وہ ایک لیپ ٹاپ بھی ہمراہ لائی ہوئی تھی جس میں اس نے کئی مضامین اور لیکچر کھولے ہوئے تھے اور بات بات پر ان کا حوالہ دیتی تھی۔ اس پر مزید یہ کہ وہ قرآنی آیات اور احادیث کا حوالہ دے کر اشکالات پیش کرتی۔ بندہ نے اپنے طور پر اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر اس کی تسلی نہیں ہوئی لہٰذا بندہ نے اس سے اگلے دن تک کا وقت مانگا تاکہ میں مرزا قادیانی کی اصل کتب کا بندوبست کر سکوں کہ وہ مرزا ملعون کی تحریرات مع سیاق وسباق خود پڑھ سکے۔ وہ اس بات پر تیار ہوگئی اور اگلے دن آنے کا وعدہ کیا۔

قادیانی کتب کے حصول اور اس موضوع پر بات کرنے کے لئے میں نے اپنے ایک دوست منیر صاحب کو بھی ساتھ آنے کی دعوت دی تاکہ وہ مذکورہ لڑکی سے تسلی بخش انداز میں بات کر سکیں۔ منیر صاحب ختمِ نبوت کے کام سے منسلک ہیں، ماشاء اللہ نوجوان عالم ہیں۔ بہت متحمل مزاج، معاملہ فہم اور سادہ سی شخصیت کے مالک ہیں۔ الحمد للہ! اب تک ان کی ان تھک محنت سے بے شمار مسلمانوں کے ایمانوں کی حفاظت ہوئی اور کئی درجن قادیانیوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

اگلے روز منیر صاحب مرزا قادیانی ملعون کی ساری کتب کے ساتھ مقررہ وقت پر پہنچ گئے۔ سب لوگ قاری صاحب کے گھر اکٹھا ہوئے جن میں اب جمیلہ کی والدہ صاحبہ بھی شامل تھیں۔ مرزا ملعون کی یہ ساری کتابیں چناب نگر (ربوہ) سے قادیانیوں ہی نے چھاپی ہیں لہٰذا ان کتب کے حوالہ جات دیکھ کر قادیانیوں کی بولتی بند ہو جاتی ہے اور اگر کوئی بھی قادیانی ہدایت کی طلب کے ساتھ ایک مرتبہ بھی ان کو پڑھ لے تو ان کے اسلام قبول کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہ ہوگی۔ بات چیت کا آغاز ہوا۔ منیر صاحب نے اپنا تعارف کروایا اور پھر جمیلہ سے اس کے قادیانی ہو جانے کی وجوہات معلوم کیں۔ اس نے بتایا کہ وہ قریباً نو ماہ پہلے اپنے کالج میں ایک لڑکے سے ملی جو پیدائشی طور پر قادیانی ہے اور اس کے ساتھ اس کی دوستی ہوگئی۔ قادیانی لڑکے نے اس کو یہ کہہ کر قادیانیت کی دعوت دی کہ وہ آج کل قادیانیت پر تحقیق کر رہا ہے کہ وہ حق ہے کہ نہیں اور اس نے اِسے بھی اپنے طور پر تحقیق کرنے کو کہا

۔آہستہ آہستہ اسے انٹرنیٹ پر قادیانی کتابیں، لٹریچر اور لیکچر پڑھنے اور سننے کی ترغیب دیتا رہا۔ بقول جمیلہ اس لٹریچر کے پڑھنے سے وہ قادیانیت سے متاثر ہوئی اور بالآخر قادیانی مذہب قبول کرلیا۔ پھر اس نے جب اپنی سہیلی فریحہ کو قادیانیت کی دعوت دی تو وہ پریشان ہوگئی اور جمیلہ کو لے کر قاری صاحب کے گھر آ پہنچی۔ جمیلہ اگرچہ اپنی گفتگو سے بہت سادہ لوح لڑکی معلوم ہوتی تھی مگر وہ قادیانیت سے اس حد تک متاثر تھی کہ اس کا خیال تھا کہ جب وہ قادیانیت کے حق میں دلائل دے گی تو سارے لوگ لاجواب ہوجائیں گے اور اس طرح اس کو اپنے برحق ہونے کا جواز مل جائے گا اور بالآخر قادیانی لڑکے سے شادی رچانے کا خواب پورا ہوجائے گا۔

منیر بھائی نے براہِ راست موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ اصول بیان کیا کہ ہر مذہب کی تعلیمات، عقائد و نظریات بانیٔ مذہب کے اقوال اور تحریرات کی روشنی میں طے ہوتی ہیں۔ لہٰذا قادیانی مذہب کے عقائد کو ہم مرزا قادیانی کی کتابوں کی روشنی میں جانچیں گے۔ اس کے بعد جمیلہ نے ایک ایک کرکے اشکالات و سوالات اٹھائے اور ان کو ثابت کرنے کے لئے قرآن و حدیث کے حوالے بھی دئے۔ منیر بھائی نے ہر سوال کا بہت ہی تسلی سے جواب دینا شروع کیا۔ قرآنِ پاک کی جن آیات کو قادیانی اپنے باطل عقائد کی تائید میں پیش کرتے ہیں ان کا ترجمہ و تشریح قرآنِ کریم کھول کر شانِ نزول اور سیاق و سباق کے ساتھ بیان کیا اور ضرورت کے مطابق مرزا قادیانی کی کتابوں سے حوالہ جات بھی پیش کرتے رہے۔ الغرض منیر بھائی نے ہر ہر سوال کا اتنا تسلی بخش جواب دیا کہ وہ مکمل لاجواب ہوگئی۔ یہ گفتگو کم و بیش پانچ گھنٹے جاری رہی اور جوں جوں گفتگو آگے بڑھی اور مرزا ملعون کی تحریرات کامران بھائی اصل کتب سے پڑھ پڑھ کر سناتے رہے تو سب حاضرین کے تعجب اور حیرانی میں اضافہ ہوتا رہا اور خود جمیلہ نے اس بات کا اقرار کیا کہ وہ بہت بڑے دھوکے کا شکار ہوگئی تھی۔

جمیلہ کا کہنا تھا کہ ہمیں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ مرزا صاحب امّتی نبی ہیں اور ان کی نبوّت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی نبوت کا عکس ہے لیکن جب منیر صاحب نے مرزا اور اس کے بیٹے بشیر الدین کی کتابوں سے یہ پڑھایا کہ مرزا نے خود کو نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم سے بڑھ کر نبی کہا ہے اور خاکم بدہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو نامکمل اور کمتر لکھا ہے تو جمیلہ سمیت تمام حاضرینِ مجلس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ الغرض پانچ گھنٹے کی اس طویل گفتگو کے بعد جمیلہ نے اپنے تمام اعتراضات میں لاجواب ہوکر ہار مان لی اور دوبارہ سے مشرف بہ اسلام ہوئی۔ اللہ اکبر! اس نے باقاعدہ اپنی زبان سے حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی گواہی دی اور مرزا اور مرزائیت پر لعنت بھیجی اور اس سے توبہ اور برأت کا اعلان کیا۔

دورانِ گفتگو منیر صاحب نے کسی بات کا حوالہ دیتے ہوئے ایک لڑکی کا واقعہ سنایا جس کا نام کرن تھا

اور وہ بھی قادیانیوں کے دجل کا شکار ہو کر مرتد ہو گئی تھی۔ منیر صاحب کی کرن سے بھی ملاقات ہوئی تھی جس میں کرن نے ختمِ نبوت کے حوالے سے ۱۴ سوالات لکھ کر کامران صاحب سے جواب طلب کیا تھا۔ کامران صاحب نے ان سوالات کے جوابات لکھ کر بھی دیئے تھے اور بتایا کہ اس واقعہ کے بعد انھوں نے خواب دیکھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس کے سامنے بیٹھے درود شریف پڑھ رہے ہیں کہ اتنے میں ایک آدمی بے ادبی کے ساتھ جوتوں سمیت روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا جو مجھے بہت ناگوار گزرا۔ مجھے کسی نے بتایا کہ جناب صوفی سرور صاحب مدظلھم (شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور) اس جگہ کے ذمہ دار ہیں۔ میں صوفی صاحب کے پاس گیا اور ان کو یہ بات بتائی تو صوفی صاحب نے فرمایا کہ اے سعادت مند! با ادب کم ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ایک اعلان ہوتا ہے، اور اعلان کرنے والا حضرت مفتی حسن صاحب رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز حضرت تھانوی رحمہ اللہ و بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) کے خاندان کا ایک فرد ہے، کہ یہ ذمہ داری اس شخص کو ملے گی جو ان سوالات کا جواب دے گا۔ جب سوالات کا پرچہ میرے ہاتھ آتا ہے تو بعینہٖ وہی سوالات اسی لکھائی کے ساتھ میرے سامنے ہوتے ہیں جو کرن نامی لڑکی نے مجھ سے کئے تھے اور جن کا میں نے جواب دیا تھا۔ ان سوالات کو دیکھ کر خوشی ہوئی ان سوالات کے جوابات تو مجھے آتے ہیں۔ پھر خواب ختم ہو جاتا ہے۔ منیر صاحب نے بتایا کہ صوفی صاحب کو میں نے یہ خواب سنایا تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ختمِ نبوت کے کام کے لئے قبول فرمائے گا۔ جب منیر صاحب نے خواب سنایا تو تمام حاضرین پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور سب آبدیدہ ہو گئے۔ یہاں میں قارئین کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ اسی قبولیت کی وجہ سے پاکستان میں قادیانیوں کا سب سے بڑا مربّی مرزا مبشر کا لو بھی منیر صاحب کے سامنے لاجواب ہو گیا۔ جب منیر صاحب نے کرن کا نام لیا تو جمیلہ یک دم چونک پڑی اور بتایا کہ قادیونیوں نے اس کی کرن سے ملاقات کروائی اور اس طرح اس کو قادیانیت کی طرف مزید راغب کیا گیا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جب بھی وہ ایک مسلمان کو مرتد بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں تو قادیانیوں کا پورا نیٹ ورک باقاعدہ حرکت میں آتا ہے۔ اگرچہ جمیلہ مسلمان ہو گئی تھی مگر منیر صاحب کو اپنے تجربہ سے اندازہ تھا کہ قادیانیوں کی نو ماہ کی محنت ایک ملاقات سے زائل نہیں ہو سکتی اور خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے جو اشکالات قادیانیوں نے اس کے ذہن میں بھرے تھے ان کو دور کرنے کے لئے دوبارہ ملاقات کی ضرورت ہو گی۔ لہٰذا منیر صاحب ہمارے قاری صاحب کے ہمراہ جمیلہ کے والد سے وقت لے کر ان کے گھر گئے اور اس کے والدین کی موجودگی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور قربِ قیامت میں نزول من السماء کے حوالے سے قرآن وحدیث کے حوالہ جات دکھا کر قادیانیوں کے پیدا کردہ اشکالات دور کئے۔ اس کے بعد منیر صاحب نے

اپنے موبائل کا سپیکر کھول (on) کر قادیانی لڑکے سے بھی بات کی، اس سے اپنا تعارف کروایا اور بتایا کہ میرا تعلق ختمِ نبوت سے ہے اور میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے جمیلہ کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ آپ آجکل قادیانیت پر تحقیق کر رہے ہیں۔ اس لڑکے نے جواب دیا کہ آپ تو تبلیغی جماعت والے دیوبندی ہیں جبکہ جمیلہ تو بریلوی ہے۔ منیر صاحب نے فوراً جواب دیا کہ جمیلہ مسلمان ہے اور میرا تعلق ختمِ نبوت سے ہے۔ قادیانی لڑکے نے اپنی بات دہرائی۔ منیر صاحب نے بھی اپنی بات کا اعادہ کیا۔ پھر اس لڑکے کو ملاقات کی دعوت دی مگر وہ آمادہ نہ ہوا اور آج تک وہ ملاقات کرنے پر تیار نہیں۔

دراصل منیر صاحب کا فون کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اب یہ معاملہ ختمِ نبوت والوں تک جا پہنچا ہے لہٰذا وہ خود ہی پیچھے ہٹ جائے اور جمیلہ کو دوبارہ نہ بہکائے۔ قادیانی لڑکے کے سوال و جواب سے بھی یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ پکّا قادیانی ہے اور جمیلہ کو ریسرچ کے نام پر صرف دھوکہ دے رہا ہے۔ منیر صاحب کا کہنا ہے کہ قادیانی مربّی نے خود ان کو بتایا کہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے دیوبندیوں کے دل پر مہر لگا رکھی ہے اس لئے انھیں قادیانی نہیں بنایا جا سکتا۔ اس کے علاوہ بھی وہ تمام مسلمانوں میں اپنا بدترین دشمن دیوبندیوں ہی کو سمجھتے ہیں۔

اس ملاقات سے منیر صاحب کو کافی تسلّی ہوئی مگر قریباً ہفتہ دس دن بعد جمیلہ کے والد صاحب نے منیر صاحب سے پھر فون پر رابطہ کیا کہ قادیانی لڑکے نے دوبارہ فون کر کے جمیلہ سے بات کی ہے۔ جب جمیلہ نے اپنے مسلمان ہونے اور مرزا قادیانی کی کتابوں میں لکھے ہوئے کفر کے بارے میں بتایا تو اس نے کہا کہ ختمِ نبوت والے سیاق و سباق کے بغیر مرزا صاحب ملعون کی عبارتیں سناتے ہیں حالانکہ مرزا ملعون کی کتب میں موجود کفریہ عبارتیں دراصل یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے جمیلہ کو ترغیب دی کہ وہ ان مولویوں کی بات نہ سنے اور مربّیوں کے پاس جائے اور یہ بھی کہا کہ اگر اس کی اپنی تحقیق کی روشنی میں اسلام سچا دین ہوا تو وہ خود سنّی ہو جائے گا۔ قادیانی خود کو احمدی اور مسلمانوں کو سنّی کہتے ہیں تا کہ یہ تاثر دیا جا سکے کہ ''احمدیت'' بھی مسلمانوں کا ایک مسلک ہے۔ اس گفتگو سے جمیلہ ایک بار پھر متزلزل ہو گئی لہٰذا منیر صاحب ایک مرتبہ پھر مرزا ملعون کی لاش (یعنی مرزا کی کفر سے بھرپور کتابیں) لے کر جمیلہ کے گھر جا پہنچے اور اس کے والدین کی موجوگی میں ایک دفعہ پھر اسے سیاق و سباق کے ساتھ مرزا کی کتابیں پڑھائیں۔ اس مرتبہ جمیلہ الحمدللہ کافی پختہ مسلمان ہوئی اور اس کے بعد اس نے سب کی موجودگی میں اپنے موبائل کی آواز کھول کر اس قادیانی لڑکے سے واضح طور پر کہا کہ میں مسلمان ہو چکی ہوں اور تو کافر ہے۔ لڑکا یہ کہتا رہا کہ ہمارے خوابوں کا کیا بنے گا؟ ساتھ ہی

ساتھ وہ اپنے مسلمان ہونے کے میلان کا بھی اظہار کرتا رہا۔

منیر صاحب اور ختمِ نبوت کے کام سے متعلق حضرات یہ جانتے ہیں کہ آجکل قادیانی دھوکہ دے کر مسلمان لڑکیوں سے شادی کر لیتے ہیں۔ ان کی پہلے تو یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ لڑکی کو قادیانی بنائیں۔ اگر ایسا ممکن نظر نہ آتا ہو تو وہ خود مسلمان بن جاتے ہیں اور بڑے بڑے مدارس کے دارالافتاء سے اپنے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی لے آتے ہیں اور پھر شادی کے بعد یا بچوں کی پیدائش کے بعد اپنے قادیانی ہونے کا اظہار کرتے ہیں۔ اس وقت تک ہمارے معاشرے میں لڑکیاں پھنس چکی ہوتی ہیں اور یوں ایک مسلمان لڑکی کفر کے پھیلنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ قادیانی جماعت نے باقاعدہ اس مقصد کے لئے اس بات کی اجازت بھی دی ہے کہ اگر شادی کے لئے مرزا 'صاحب' پر لعنت بھی بھیجنا پڑے تو اس سے دریغ نہ کیا جائے۔ راقم خود ایسے کئی گھرانوں کو جانتا ہے جہاں قادیانیوں نے دھوکے سے مسلمان عورتوں سے شادی کی اور یوں ایک پوری نسل مرتد ہو گئی۔ منیر صاحب کو بھی اس بات کا یقین تھا کہ قادیانی لڑکا صرف جمیلہ کو پھنسانے کے لئے اپنے مسلمان ہونے کے میلان کا اظہار کر رہا ہے لہٰذا انھوں نے جمیلہ کے والدین کے سامنے اس قادیانی لڑکے کے گھر فون کیا جو اس کی ماں نے اٹھایا۔ جب اس کو منیر صاحب نے جمیلہ اور اس کے بیٹے کے بارے میں بتایا تو اس نے واضح کیا کہ وہ لوگ پکّے قادیانی ہیں اور ان کا یا ان کے بیٹے کا مسلمان ہونے کا کوئی ارادہ نہیں۔ اس سے جمیلہ کے والدین کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ لڑکا صرف جمیلہ کو پھنسانے کے لئے مختلف ڈھونگ رچا رہا ہے۔ انھوں نے اس کی ماں پر یہ بات بھی واضح کر دی کہ اگر ان لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیا تو اس کے اچھے نتائج نہیں نکلیں گے۔ اس دن کے بعد سے اس لڑکے نے اپنا فون نمبر بند کر دیا اور یوں اس نے جمیلہ کا پیچھا چھوڑا اور الحمدللہ اب جمیلہ بھی قلبی طور پر اس قادیانی سے دور ہو چکی ہے۔

ان سارے مذاکرات اور بحث مباحثوں کے دوران منیر صاحب نے کبھی جمیلہ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا جس کی وجہ سے جمیلہ کے والدین انھیں اپنا محسن سمجھتے ہیں اور اُن کی پارسائی کے بہت زیادہ مداح ہیں۔ انھوں نے جمیلہ کے والدین کو اس بات کی ترغیب بھی دی کہ وہ خود اور اپنی بیٹی کو بھی علماء و مشائخ کے بیانات و مجالس میں لے کر جائیں تاکہ قلب کی ظلمتیں دور ہوں۔ ان کے گھر کے حالات سے بندہ کو اندازہ ہوا کہ گھر میں دینی ماحول نہ ہونے اور اپنی اولاد کی دینی تربیت نہ کرنے کے بعض اوقات ایسے خوفناک نتائج بھی برآمد ہو سکتے ہیں۔ اس واقعے سے اس بات کا بھی اندازہ ہوا کہ قادیانی باقاعدہ مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے سرگرمِ عمل ہیں۔ آئے دن ایسے بہت سے واقعات ختمِ نبوت کے کارکنوں کے علم میں آتے رہتے ہیں۔ اس لئے ہر مسلمان کی

عقیدۂ ختمِ نبوّت اور قادیانیوں کی چال بازیوں سے آگاہی ضروری ہے۔ بالخصوص علمائے کرام کو باقاعدہ ردِّ قادیانیت کا کورس کرنا چاہیئے تاکہ ضرورت پڑنے پر وہ مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کا فریضہ ادا کرسکیں۔ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک عالم بھی قادیانی اشکالات کا صحیح جواب نہیں دے سکتا جب تک اس نے اس حوالے سے باقاعدہ تیاری یا کورس نہ کر رکھا ہو اور فرماتے کہ جو آدمی بھی مجھ سے ردِ قادیانیت کا پندرہ روزہ کورس کرلے تو مرزائیوں کے مربّی تو کیا خود مرزا قادیانی ملعون بھی قبر سے اٹھ کر آجائے تو جواب نہیں دے سکتا۔ حضرت رحمہ اللہ نے یہ کورس پاکستان کے بڑے بڑے مدارس، دارالعلوم دیوبند، بنگلہ دیش کے مدارس اور سعودی عرب کی دعوت پر مدینہ یونیورسٹی میں بھی کروایا۔ آپ کی وفات کے بعد بھی یہ کورس چنیوٹ میں حضرت کے مدرسہ میں وفاق المدارس کے امتحانات کے بعد کروایا جاتا ہے۔ عام مسلمانوں کے لئے مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی کتاب ''قادیانی فتنہ اور امتِ مسلمہ کا مؤقف''، حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کی ''ردِّ قادیانیت کے زریں اُصول'' اور جناب متین خالد صاحب کی ''ثبوت حاظر ہیں''، ''احمدی دوستو! تمہیں اسلام بلاتا ہے'' اور ''قادیانیت سے اسلام تک'' کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

بندہ اس مضمون کا اختتام حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کے اس ملفوظ سے کرتا ہے جو حضرت نے اپنے مرض الوفات میں ارشاد فرمایا کہ ''اس امت کے لئے اب تک قادیانیت سے بڑھ کر کوئی فتنہ وجود میں نہیں آیا۔ مسلمانوں کے ایمان کو اس فتنۂ ارتداد سے بچاؤ اور اپنی ساری قوتیں اس میں صرف کرڈالو۔ یہ ایسا جہاد ہے جس کا بدلہ جنت ہے، میں اس بدلے کا ضامن بنتا ہوں''۔

(آخری صفحہ سے آگے) بستی کو دیکھنے کے بعد ایک مقامی آدمی ایک اور جگہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ وہاں پر اس زمانے کی ایک عبادت گاہ موجود ہے۔ ہم تقریباً ۶۰۰ گز کا فاصلہ پیدل طے کرنے کے بعد اس مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک چار دیواری کے نشانات میں جس درمیان میں پانچ ستون ایک سیدھ میں موجود ہے۔ اس میں محراب کا نشان موجود نہیں تھا۔ اس کے پاس عربی میں مسجد کا نشان بھی بنایا گیا تھا۔ اس مسجد کے پاس چکی کے بہت بڑے حیران کن دو پاٹ بھی موجود ہیں جن کا چلانا آج کل کے کسی انسان یا جانور کے بس کی بات نہیں۔ اس مسجد سے تھوڑے فاصلے پر ایک میدان میں پرانے زمانے کا ایک خشک درخت ہے اس کے پاس بھی اس طرح کے چکی کے دو پاٹ موجود ہیں۔ اس کے بعد ہم نے بستی کے داخلی راستے کے ساتھ چھوٹی سی مسجد میں عصر کی نماز پڑھی اور شام سے تھوڑا پہلے ہم واپس شہر روانہ ہوگئے۔ **فاعتبرو یا اولی الابصار**

اصحاب الا خدود کا واقعہ

(ڈاکٹرنذیرصاحب)

قرآن اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے۔قرآن میں جو پیش گوئیاں ہوئیں ہیں وہ ساری سچ ثابت ہوئی ہیں اور جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ سارے سچے ہیں اور جن مقامات اور واقعات کا ذکر قرآن میں آیا ہے ان قوموں کے آثار اب بھی موجود ہیں۔جس سے قرآن کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ان مقامات اور آثار کو خود دیکھنے کے بعد بندے کے یقین کو تقویت ملتی ہے۔یہ مقامات اکثر سعودی عرب اور گردونواح کے ممالک جیسے یمن،شام،فلسطین،مصراور ترکی وغیرہ میں موجود ہیں۔جیسے قرآن مجید میں اللہ پاک نے فرمایا۔"**وما ھی من الظلمین ببعید**"ترجمہ:اور وہ ان ظالموں سے دور نہ تھے۔

مجھے سعودی عرب میں ملازمت کے سلسلے میں وہاں قیام کے دوران کچھ ایسے مقامات کی زیارت کی اللہ تعالیٰ نے توفیق نصیب فرمائی جو کہ پچھلی قوموں کے حالات کی عکاسی کرتے ہیں۔جو اس آیت کریمہ کا مصداق ہیں۔"**قل سیر و فی الارض**" (پارہ نمبر ۷سورۂ انعام رکوع نمبر ۲) ان جگہوں پر سیر کرنے سے ایمان میں ترقی نصیب ہوتی ہیں اور باطن میں واضح فرق محسوس ہوتا ہے۔ان بستیوں میں ہمارے قریب اصحاب الاخدود کی بستی تھی جو ہماری قیام گاہ یعنی شرودہ سے ۳۴۰ کلومیٹر دور تھی۔شرودہ سعودی عرب کے انتہائی جنوب میں ہے اور یمن کے ساتھ سرحد پر ہے۔یہ علاقہ سعودی عرب کے مشہور صحرا ربع الخالی میں واقع ہے۔اس شہر کے چاروں طرف ریت ہی ریت ہے۔وہاں کے مقامی یعنی سعودی لوگ کہتے ہیں کہ یہ علاقہ قوم عاد کا تھا۔لیکن ان کے کوئی آثار ہمیں نظر نہیں آئے۔

یہ سارہ علاقہ پہلے یمن میں تھا۔اصحاب الاخدود کی بستی نجران کے شہر میں ہے۔ہم بذریعہ گاڑی صبح سات بجے روانہ ہوئے اور اڑھائی گھنٹے میں ہم نجران پہنچے۔ناشتہ ہم نے نجران میں کیا۔تھوڑ آرام کرنے کے بعد ہم نے نجران شہر دیکھا۔نجران کا علاقہ زرخیز ہے۔یہاں پر پھل،سبزیاں،کھجور،تربوز اور دیگر میوہ جات پیدا ہوتے ہیں۔شہر کا علاقہ میدانی ہے اور اطراف میں بڑے بڑے پہاڑ ہیں۔یہاں پر زیر زمین پانی میٹھا ہے اور زیادہ ہے۔اس کے مقابلے میں شرودہ میں پانی ہزاروں فٹ نیچے ہے۔ٹیوب ویل سے نکلے ہوئے تازہ پانی کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا کیونکہ پانی بہت گرم ہوتا ہے۔نجران شہر میں شیعہ حضرات کی بھی کافی تعداد ہے۔یہ شہر ریاض سے تقریباً ۸۰۰ کلومیٹر دور ہے اور مکہ سے تقریباً ۱۱۰۰ کلومیٹر دور ہے۔چند سو کلومیٹر پر ساحل سمندر بھی ہے۔اصحاب

الاخدود کا واقعہ اس شہر میں پیش آیا تھا۔ ہم ظہر کے نماز کے بعد اس بستی کی طرف روانہ ہو گئے جو نجران شہر سے تقریباً ۱۰ یا ۱۵ منٹ کے فاصلے پر ہے۔ جگہ ڈھونڈنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کیونکہ ہر چوک پر رہنمائی کے لئے تختے لگے ہوئے تھے۔ جب ہم وہاں قریب پہنچے تو داخلی راستے پر ایک چھوٹا سا عجائب گھر (Museum) بھی بنا ہوا ہے۔ جس میں اس علاقے کے اور کچھ عرب کی تاریخ کے بارے میں چیزیں اور تصاویر رکھی ہوئی ہیں۔ بستی کو دیکھنے کے دن اور اوقات مختص کئے گئے۔ عجائب گھر سے فراغت کے بعد اس بستی کی طرف بڑھے تو دور سے ہمیں اجڑے ہوئے گھر نظر آئے۔ اس پورے علاقہ کو خاردار تار کے ساتھ بند کیا ہوا تھا جس میں کوئی شخص داخل نہیں ہو سکتا۔ پورا علاقہ شاید چند کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہوگا۔ لیکن جن گھروں کے آثار اب بھی موجود ہیں ایک اندازے کے مطابق ۲۰۰ کے لگ بھگ گھر تھے۔ مکانوں کی دیواریں بڑے بڑے تراشے ہوئے پتھروں سے بنی ہیں۔ اور گلیاں بھی موجود ہیں لیکن آخر کے مکان کچے تھے۔ جو کہ زمین بوس ہو چکے تھے۔ پتھروں پر گھوڑے، اونٹ اور کچھ اور جانوروں کی تصاویر بھی کندہ کی ہوئی تھیں۔ کچھ پتھروں پر پرانے عربی رسم الخط میں لکھائی بھی موجود ہے۔ بستی کے شروع کے علاقہ میں تقریباً ۷۰، ۸۰ فٹ کا ایک چوڑا گڑھا موجود ہے۔ اس گڑھے میں اور اس کے آس پاس کے علاقہ میں کوئلہ اور کافی ساری ہڈیاں موجود ہیں۔ ویسے تو ہڈیاں اس کے علاوہ کچھ اور جگہوں پر بھی موجود ہیں لیکن اس گڑھے کے اطراف میں تو کافی زیادہ کوئلہ اور ہڈیاں بکھری پڑی ہیں۔ مقامی لوگوں نے تو اندازہ لگایا ہوا ہے کہ اسی جگہ پر شاید مسلمانوں کو ایمان کی بدولت جلایا گیا۔ اس گڑھے کے درمیان بہت زیادہ بڑی جھاڑیاں اُگی ہوئی ہیں۔ کچھ ہڈیاں بڑی بھی ہیں جو کہ جانوروں کی معلوم ہوتی ہیں۔ گھر، کوئلہ اور ہڈیاں دیکھ کر میرا دھیان قرآن پاک کی آیت کی طرف گیا۔

قتل اصحب الاخدود ط النار ذات الوقود ط اذھم علیھا قعود ط وھم علی ما یفعلون بالمؤمنین شھود ط

ترجمہ: خندقوں والے ہلاک کئے گئے (جب لوگوں نے خندقیں کھود کر اس میں رب کے ماننے والوں کو ہلاک کیا) وہ ایک آگ تھی ایندھن والی۔ جبکہ وہ لوگ آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ جو کر رہے تھے اس کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے۔ یعنی ان لوگوں کا جرم (جنہیں آگ میں جھونکا جا رہا تھا) یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ غالب پر ایمان لے آئے تھے۔

اصحاب الاخدود کا واقعہ:

واقعہ یہ ہے کہ کوئی کافر بادشاہ تھا جس کا نام یوسف ذونواص تھا۔ اس کے پاس ایک کاہن تھا۔ کاہن

بوڑھا ہوگیا۔ اس کاہن نے بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو ایک ہوشیار لڑکا دیا جائے تو میں اس کو اپنا علم (جادو، نجوم وغیرہ) سکھادوں۔ چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا جس کا نام عبداللہ بن تامر تھا۔ کاہن کے راستے میں ایک راہب یعنی عیسائی پادری رہتا تھا۔ اس کے زمانے میں دین عیسٰی ہی دین حق تھا اور یہ راہب اسی پر قائم عبادت گزارتھا۔ وہ لڑکا اس کے پاس آنے جانے لگا۔ اور خفیہ مسلمان ہوگیا۔ راہب سے اگر گھر کو دیر سے پہنچتا تو گھر والے بے عزت کرتے اور اگر گھر سے جاتے ہوئے راہب کے پاس جاتا تو ساحر بے عزت کرتا۔ ایک بار اس لڑکے نے دیکھا کہ کسی شیر نے راستہ روک رکھا ہے اور خلق خدا پریشان ہے تو اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لیکر دعا کی اکہ اے اللہ اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور مارا جاوے اور اگر کاہن سچا ہے تو نہ مارا جاوے اور یہ کہہ کروہ پتھر مارا تو شیر کو لگا اور ہلاک ہوگیا۔ لوگوں میں شور ہوگیا کہ اس لڑکے کو کوئی عجیب علم آتا ہے۔ لوگ آنا شروع ہوئے۔ تو کسی اندھے (شاید بادشاہ کے وزیر نے جو اندھا ہوگیا تھا) نے آکر درخواست کی کہ میری آنکھیں ٹھیک ہو جاویں۔ لڑکے نے کہا کہ بشرطیکہ تو مسلمان ہو جاوے۔ چنانچہ اس نے قبول کیا۔ لڑکے نے دعا کی اور وہ اچھا ہوگیا اور مسلمان ہوگیا۔ بادشاہ کو یہ خبر پہنچی تو اس نے راہب، لڑکے اور نابینا کو گرفتار کرلیا۔ راہب اور نابینا کو تو تیل میں ڈال کر ہلاک کردیا اور اس لڑکے کے لئے حکم دیا کہ پہاڑ کے اوپر جا کر گرادو، مگر جو لوگ اس کو لے کر گئے وہ خود گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم چلا آیا۔ پھر بادشاہ نے سمندر میں غرق کرنے کا حکم دیا مگر وہ اس کشتی سے بھی بچ گیا اور جو لوگ اس کو لے گئے وہ سب ڈوب گئے۔ پھر لڑکے نے خود بادشاہ سے کہا کہ میں اس طرح سے مارا جاؤں گا کہ سارے لوگوں کو اکھٹا کر کے میرے ہاتھ پاؤں باندھ لیں اور یہ کہہ کر کہ اس لڑکے کے رب کا نام لے کر تیر پھینک رہے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہوا لوگ اکھٹے ہوئے بادشاہ نے ایسا کیا تو وہ لڑکا شہید ہوگیا۔ اس عجیب واقعہ کو دیکھ کر یک لخت عام لوگوں کی زبان سے نعرہ بلند ہوا کہ ہم سب اس لڑکے کے رب پر ایمان لاتے ہیں۔ بادشاہ بڑا پریشان ہوا اور ارکان سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے بھروا کر اشتہار دیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا اس کو آگ میں جلا دیں گے۔ چنانچہ بہت سے آدمی جلا دئے گئے۔ اس صورت میں ان پر غضبِ الٰہی نازل ہوا اور جو خندقوں کے اردگرد جتنے کافر بیٹھے تھے آگ نے ان کو بھی جلا دیا اور انکی ساری فوج جل کر راکھ ہوگئی اور بادشاہ آگ سے دوڑ دوڑ کر آخر کار سامنے کے سمندر میں غرق ہوگیا۔

عورت کا واقعہ: ایک عورت آئی جس کے ساتھ ایک بچہ تھا۔ اس کی گود سے بچہ لے کر آگ میں پھینک دیا گیا۔ اس پر وہ عورت چیخی، چلائی تو آگ کے اندر سے بچہ بولا (جس نے ابھی تک بولنا شروع نہیں کیا تھا) کہ امی جان صبر کر تو حق پر ہے، باہر آگ ہے لیکن اندر جنت ہے۔

(باقی صفحہ ۳۱ پر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ o رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ o رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرًا ط اِلٰهِى بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ o رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ o رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرًا ط اِلٰهِى بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام.

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جہری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لاالٰہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ

میں لا الہ الااللہ دوسوبار، الااللہ چارسوبار اللّٰہُ اللّٰہ چھ سوبار، اللہ سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اوراس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ کُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ کُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُّوْصَلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ یہی شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارہٴ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلۡنٰهُ نُطۡفَةً فِىۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَةَ مُضۡغَةً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰهُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ ۝ رَبِّ هَبۡ لِىۡ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرۡنِىۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَيۡرُ الۡوٰرِثِيۡنَ ۝ رَبِّ هَبۡ لِىۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيۡعُ الدُّعَآءِ ط يَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ ط اِلٰهِى بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمۡ وَ اَهۡلِ بَيۡتِ الۡعِظَّام.

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلۡنٰهُ نُطۡفَةً فِىۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَةَ مُضۡغَةً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰهُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ ۝ رَبِّ هَبۡ لِىۡ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرۡنِىۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَيۡرُ الۡوٰرِثِيۡنَ ۝ رَبِّ هَبۡ لِىۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيۡعُ الدُّعَآءِ ط يَهَبُ

لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تا کہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صل اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی

ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار **لاالہ الا اللّٰہ**، سوبار **الا اللّٰہ** اورسوبار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الااللّٰہ** دوسوبار، **الا اللّٰہ** چارسوبار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سوبار، **اللّٰہ** سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔ کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اوراس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اورتم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا　　پکڑیو ہاتھ یا اللہ! پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُوْصَلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی　　بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی　　بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے

شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆